مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا (جزء ۱۵ رکوع ۱۴)

(جسے اللہ ہدایت دے وہی راہ پر آوے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا رفیق راہ پر لانے والا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃ

رسالۂ مفیدہ

موسومہ بہ

آئینِ مہدویہ

مشتمل بربیان بعضے امور اجماعی واصطلاحی گروہِ مہدویہ ونوعیتِ تولیتِ دائرہ وحظیرۂ مہدویہ

مع

اک محضرۂ اجماعی واستفتاء وفتوٰی

از

حضرت پیرومرشد مولانا مولوی سید خدابخش صاحب قبلہ رشدی مدظلہ العالی

(صدرِ دارالاشاعت تفسیر القرآن وکتبِ سلفِ صالحین جمعیتہ مہدویہ)

باہتمام

جناب مولوی سید محمود صاحب اسحاقی مدرس اپر پرائمری اسکول ملک پیٹھ

در سنہ ۱۳۹۰ھ

دراعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد (اے۔پی)

(قیمت) طبع شد 20/- (۴۰ پیسے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره
الكافرون والمشركون وبعث بعده تابعه التام الامام المهدي الموعود آخر خلفائه
وخاتم اوليائه القائمين مقام الانبياء والمرسلين السابقين الى زمان هذا الرسول
الخاتم وجعله وارثاً خاصياً ومظهراً تاماً للولاية المقيدة بذات محمد المحمود المخصوصة
بخصوصية رؤية ذات المعبود وصفاته المشهودة التي لم تحصل لغيرهما الا بواسطة
اتباعهما للتابعين التامين لهما وستحصل لعيسى فيكون قائماً مقامهما عليهما
صلوات الله وسلامه ابداً ابدا وعلى سائر الاصفياء والصلحاء الوارثين لكتاب
الله المبين الى يوم الدين ولو كره المنافقون والمبتدعون الضالون اما بعد

منجانب فقیر ابو رشید سید خدا بخش رشدی اسحاقی مہدوی برادران دینی پر واضح ہو کہ بمقتضاء فرمان حق تعالیٰ
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ○ (ترجمہ) اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے
اور رہو سچوں کے ساتھ۔ مومنوں کے دو طبقے ہر زمانے میں رہنا لازم ہوا ہے۔ ایک طبقہ راہ راست پر چلنے والا اور دوسرا
طبقہ راہ راست پر چلنے والوں کے ساتھ رہنے والا اور پہلے طبقہ کے افراد کی پیروی کا ارادہ ہی جو دوسرے طبقہ
کے افراد کے لئے بحیثیت فرض لازم ہوا ہے ارادت وعقیدت کہا جاتا ہے جس کے اثبات کی صورت ہی بیعت
حقیقی ہے جس کی پہلی صورت جو مشتمل بر اقرار اصول عقائد دینی ہوتی ہے تربیت وتلقین سے اور دوسری صورت
جس میں صرف اقرار وابستگی ہوتا ہے قبولیت علاقہ سے موسوم ہے اور تربیت وعلاقہ کے بغیر نہ رہنے ہی کے بارے
میں حضرت مہدیؑ کا یہ فرمان مبارک ہے مرد باش یا خدا باش یا پئے مرد باش یا شیطان مباش (حاشیہ)۔
ترجمہ:۔ مرد رہ خدا کے ساتھ رہ یا مرد با خدا کے ساتھ رہ۔ شیطان کے ساتھ مت رہ۔ اور بہ حکم آیت کریمہ
یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (جزء ۵ رکوع ۵)۔
ترجمہ:۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول (اللہ کے خلیفہ) کا اور اُن کا جو تم میں صاحبانِ حکومت
ہوں۔ کسی علاقہ کے مسلمان خود مختار حاکم یعنی بادشاہ کی اطاعت جو حدود شریعت کے نفاذ میں فرض ہوئی ہے
اس کا اقرار بیعت مجازی قرار پاکر بحیثیت واجب لازم ہوا ہے جو ایک زمانے میں ایک علاقہ کے دو مدعیان حکومت
وامارت سے جائز نہیں بلکہ دو مدعیان امارت وحکومت ہوں تو بحکم آیت فقاتلوا التی تبغی الخ (جزء ۲۶ رکوع ۱۳)
ترجمہ:۔ پس قتال کرو اس جماعت سے جو باغی ہو۔ جس جماعت کی طرف سے ظلم و زیادتی ثابت ہو وہی اپنے
حاکم کے واجب القتل ہوتی ہے اسی بناء پر یہ فیصلہ اجماعی ہے کہ لا یجوز نصب الامامین فی عصر واحد

جائز نہیں ہے دو اماموں یعنے بادشاہوں کا ہونا ایک زمانے میں۔ پس بیعتِ مجازی میں جس کا تعلق حدودِ شریعت کے
نفاذ سے ہوتا ہے تعدد روا نہیں ہے جیسا کہ بعد دورِ نبوت خلافتِ راشدہ میں جو حسب ایماء حضرت رسالت مآب صلعم
صرف تیس سال رہی مطلق بیعت میں تعدد روا نہ تھا کیونکہ وہاں مطلق بیعت ہی بیعت حقیقی و مجازی دونوں
کے مفہوم کو شامل تھی لیکن اس کے بعد سے بیعتِ حقیقی میں جس کا تعلق بالعموم تمام امورِ شریعت سے اور بالخصوص
سلوک طریقت سے ہے بحکم حدیث شریف اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم (سنن بیہقی وغیرہ)
ترجمہ:۔ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں اُن میں سے جس کسی کی تم پیروی کرو گے راہ راست پر رہوگے۔ تعدد
روا ہے اسی جہت سے بعد ختم نبوت و رسالت و خلافتِ راشدہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور خلفاءِ راشدین
کے بعد سے اور بعد ختم ولایت حضرت میراں سید محمد مہدی موعود امام آخرالزماں خلیفۃ الرحمان خاتم ولایت محمدی
مراد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے اُنہی سے سلسلۂ بیعت و خلافت رکھنے والے صادقین مرشدین اور انکے
مریدین بصورت خواص و عوام امت ہوتے آئے ہیں۔ پس طبقۂ مرشدین یا مشائخین کے لئے اپنے مقام کی حفاظت
اور مریدین و معتقدین کے لئے اپنے عہد ادب پر استقامت ہی دینداری کا مقتضا ہے پھر مومنوں کی خصوصیات
کے ذکر میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا
تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ
وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط (جزء ۹ رکوع ۱۴) ترجمہ:۔ وہی لوگ ایمان
والے ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب آیاتِ الٰہی اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں
تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز پڑھتے
ہیں اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اُس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی ہیں حقیقت میں ایماندار
انتہی یہ ایسی صفتیں ہیں کہ کسی مسلمان میں نہ پائی جائیں تو وہ مومن و مسلمان سمجھا ہی نہیں جا سکتا اور خود
اس کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ برائے نام مسلمان ہے حقیقت میں اسلام و ایمان سے اس کو کوئی تعلق نہیں
ہے پہلی بات جو اس آیت میں خوفِ خدا دل میں ہونے کی ہے اسی کے نہ ہونے سے فسق و عصیان اور بدعتوں میں
مبتلا ہونے کی صورتیں پیش آتی ہیں، فسق و عصیان میں مبتلا ہونے والا خود کو خراب کرتا اور تائب ہونے کی
صورت میں پاک بھی ہو جاتا ہے لیکن بدعتوں میں مبتلا ہونے والا خدا کے دین میں خلل ڈالتا ہے پس خود بھی خراب
ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی خراب کرتا ہے چنانچہ نبی صلعم کا فرمان ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردّ
(بخاری وغیرہ) ترجمہ: جو کوئی ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو دین کی نہیں تو وہ مردود ہے۔ نیز
آنحضرتؐ کا فرمان ہے کل بدعۃ ضلالۃ وکلّ ضلالۃ فی النار (ترمذی وغیرہ) ہر نئی بات

؎ صاحب نصاب ہوں تو ہر سال زکوٰۃ کے علاوہ ہر نئی آمدنی کا عشر ورنہ فقط ہر نئی آمدنی کا عشر ہی خدا کی راہ میں متوکلین و مساکین کو دیتے رہتے ہیں۔

(جو دین کی نہیں) گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے اور حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ہر کہ رسم و عادت و بدعت کند اورا بہرہ اینجائی نہ رسد۔ جو کوئی رسم و عادات و بدعت اختیار کرے اُس کو یہاں کا بہرہ نہیں پہنچے گا یعنے وہ انعام و اکرام خداوندی سے محروم رہے گا۔

اب یہاں یہ سمجھنے کی بات ہے کہ رسم و عادات و بدعت سے مراد کیسے کام ہیں جن سے پرہیز بحیثیت فرض لازم کیا گیا ہے تو اس حقیقت کو سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے اس فرمان کو پیشِ نظر رکھیں جو صراطِ مستقیم یعنے سیدھے راستہ کی تعریف میں ہے کہ مَا انا علیہ واصحابی یعنے صراط مستقیم وہی ہے جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں سنن ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث پوری مذکور ہے۔ نیز آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک ہے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین الخ یعنے تم کو میرے چلن اور میرے خلفاء راشدین کے چلن پر رہنا لازم ہے یہ حدیث بھی ترمذی وغیرہ کتب صحاح میں ہے یہ ایسی صاف و صریح ہدایت ہے کہ اس پر قائم رہنے کی صورت میں کسی بھی قسم کی رسم و عادات و بدعت کی بلا میں آدمی گرفتار ہوتا ہی نہیں۔ خواہ شادی و غمی کی حالت میں ہو یا عام معمولی حالات میں سوائے سنّت نبیؐ اور سنّت صحابۂ کرامؓ و مختارات اکابرینِ امّت کے دوسری کسی کی اختیار کی ہوئی کسی بات کو لینا کسی سچے مسلمان کا کام نہیں ہے ورنہ لازمی طور پر مصیبتوں میں گرفتار ہوگا۔ اور ان سے نجات کی صورت نہ پائے گا دنیا اور آخرت دونوں کی خرابی کو لازم کرنے والی بہت سی باتیں اسی قبیل سے ہیں جو غیروں کا دیکھا دیکھی مسلمانوں میں بھی رائج ہو گئی ہیں اور ان کے نتیجہ میں تباہی کا سامنا بھی لازمی ہو گیا ہے مثلاً کسی غریب مسلمان کی لڑکی جوان ہو کر بیٹھی ہے مگر اس کا بیاہ نہیں ہوتا کیوں اس کا باپ پیام کرنے والے کے جوڑے کی رقم کے مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتا۔ افسوس! یہ مطالبہ کس بناء پر ہو رہا ہے کیا یہ حکم قرآن میں ہے یا رسول اللہؐ کے فرامین میں یا صحابہؓ یا دیگر اکابرینِ امّت کے مختارات میں تینوں میں سے کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک قسم کا سوال ہی ہے جو بحکم قرآن بغیر حالت اضطرار کے حرام ہے، یہاں تو ایک دوسرے سے بے نیاز رہنے کی ہدایت میں حضرت رسول اللہ صلعم کا ارشاد یہ ہے کہ استغنوا عن الناس ولو بشوص السواک یعنے لوگوں سے ایسے مستغنی رہو کہ کبھی ایک مسواک کی کاڑی کے بھی کسی کے محتاج نہ ہو اور حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ مبارک ہے اک ذرہ با مخلوق احتیاج نہ نمائید یعنے کسی سے ایک ذرہ کی بھی حاجت نہ رکھو۔ بجائے مذکورہ بیہودہ مطالبہ کے شرفاء کا دستور تو یہ رہا ہے کہ کسی کی لڑکی کو پیام کرنے کے بعد نسبت ٹھیرنے پر لڑکے والے کچھ رقم بطور تحفہ کے لڑکی والے کے آگے پیش کرتے ہیں تا کہ لڑکی کے کار خیر کی انجام دہی میں اُس کے کام آئے اور اس کے مقروض و زیر بار ہونے کی صورت درپیش ہو تو وہ مقروض و زیر بار نہ ہو۔ برادرانہ ہمدردی کا مقتضا تو یہ ہے کہ لڑکی دینے والے کو جہاں تک ہو سکے زیر بار کرنا کہ یہ سراسر جہالت و ضلالت اور بدترین بدعت ہے۔ ایسی ہی اور بہت سی بدعتیں ہیں جو عبادات و معاملات میں اور خوشی و غمی کے موقعوں پر

کچھ دوسروں سے سیکھ کر کچھ اپنے ایجاد و اختراع سے خواہ مخواہ لازم کر لی گئی ہیں۔ مثلاً بعد نماز دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرنا، کھانا سامنے رکھ کر یا دیگ کے سامنے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ و درود پڑھنا یا پڑھوانا، علاوہ اس کے اور بھی بعضے خوشی یا غمی کے موقعوں پر فاتحہ پڑھنا یا پڑھوانا نہ نبیؐ کی سنت ہے نہ صحابہؓ نبیؐ کے عمل سے ثابت ہے۔ ایسا ہی قرآن مجید کے پارے کئی اشخاص میں تقسیم کر کے پڑھوانا اور اس طرح سے قرآن پورا پڑھوا کر اس تلاوت کا ثواب کسی مرحوم کی روح کو بخشنا اور اس کو ختم قرآن کہنا یہ عمل بھی صحابہؓ یا تابعینؒ سے ثابت نہیں ہے نہ ان اعمال صالحہ میں سے ہے جو صحابہؓ کے بعد کے صلحاء امت کے مختارات سے تھے اور ان کو حضرت مہدیؑ نے بھی بحکم خدا باقی رکھا اور شعائر دین کا درجہ دیا ہے انہی کا ذکر خصوصاً اس مختصر موسوم بہ آئین مہدویہ میں اس فقیر کا مقصود ہے تاکہ ان میں اور دیگر بدعات منکرات میں بخوبی تمیز ہو جائے۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد صحابہؓ کے دور میں بعضے اختلافی امور جو پائے جاتے تھے۔ ان میں سے بہت ساری اختلافی صورتوں کو خود اکابرین صحابہؓ ہی نے بالاجماع دور کیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے نسخوں میں بعضے مقامات پر کچھ تھا اور بعضوں کے پاس کچھ سورتوں کی تعداد میں آیات کی ترتیب میں جو اختلافات تھے سب بحضور اجماع صحابہؓ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں مٹا دیئے گئے۔ پس منجانب اللہ کلام اللہ کی حفاظت مکمل ہو کر ایک متفقہ نسخہ کی نقلیں پھیل گئیں، ایسا ہی صحابہؓ کے درمیان نماز میں بعضے باتوں میں اختلاف تھا، بعضے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھتے تھے لیکن اکثر تین رکعت پڑھتے تھے، اکثر پہلی رکعت میں تعوذ و تسمیہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ پھر ہر رکعت میں صرف تسمیہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھتے اور ضم سورہ کے موقع پر تسمیہ نہیں پڑھتے تھے اور بعضے ضم سورہ کے وقت بھی تسمیہ پڑھتے تھے اور جہری نمازوں میں اکثر تسمیہ آواز سے نہیں پڑھتے تھے اور بعضے آواز سے پڑھتے تھے اور اکثر سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے بھی امام سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد دوسرے سورہ کی قرأت امام سے جہری نمازوں میں سنتے ہوئے اور سرّی نمازوں میں خاموشی کے ساتھ اپنے جی میں پڑھ لیا کرتے تھے اور بعضے امام کے پیچھے بحالت قیام کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے اور بعضے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین آواز سے کہتے تھے اور اکثر آہستہ کہتے تھے اور اکثر بوقت تشہد انگشت شہادت نہیں اٹھاتے تھے اور بعضے اٹھاتے تھے اور اکثر ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے اور بعضے سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے اور اکثر رکوع و سجود کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے اور بعضے کرتے تھے پس بالاجماع حسب فرمان رسول اللہ صلعم اتَّبِعُوا السَّوادَ الأعظم (ابن ماجہ وغیرہ) ترجمہ:۔ جماعت کثیرہ کی اتباع کرو، جو عمل جن کے پاس اکثر صحابہؓ سے ثابت ہوا وہی ان کے نزدیک قابل ترجیح رہا ہے کیونکہ صادقین امت ہی ارکان امت ہیں۔ انہی کے سواد اعظم یعنے اکثریت کی اتباع لازم کی گئی ہے جن کے حق میں رسول اللہ صلعم کی یہ بشارت ہے کہ لن تجمع امتی علی الضلالہ یعنے ہرگز متفق نہ ہوگی

میری امّت گمراہی پر انتہائی اور ایسے اختلافات جن سے نفس نماز پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا نظرانداز کرنے کے قابل ہی سمجھے گئے ہیں۔ اور بحمد اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی پیروی سے ہمارے یہاں اس قسم کے اختلافات مطلقاً نہیں رہے بلکہ بعض سنتیں جو مٹ گئی تھیں وہ بھی یہاں تازہ ہوئیں مثلاً جماعت سے نماز کی صورت میں مسجد کی چار دیواری وغیرہ کسی بھی احاطہ میں نماز کا وقت ہو تو امام صف اول میں صرف ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہونا اور کھلی جگہ کسی صحرا یا میدان میں جماعت ہو تو صفِ اول سے بالکل آگے بڑھ کر کھڑا ہونا یہ فرق جو صفِ نماز پر امام کے قیام کا تھا حضرت رسول اللہ صلعم اور چار خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک باقی رہا۔ وہاں سے دونوں مقاموں میں امام کے قیام کا جو فرق تھا اس کی اہمیت باقی نہیں رہی تھی اور احاطہ اور غیر احاطہ دونوں میں امام کے قیام کی نوعیت یکساں ہوگئی تھی اور صرف ایک مسئلہ کی حد تک یہ بات باقی رہ گئی کہ امام محرابِ مسجد میں بالکل اندر نہ کھڑا رہے اور بجائے اس عملِ قدیم کے ایک نیا عمل یہ ایجاد ہوا تھا کہ دو شخص امام و مقتدی ہو کر نماز پڑھ رہے ہوں تو تیسرا آنے والا اگر مقتدی کو پیچھے کھینچ کر اپنے برابر امام کے پیچھے کھڑا کرلے یا ایک صف پوری ہو جائے تو نیا آنے والا بجائے سیدھی جانب سے خود دوسری صف شروع کرنے کے اوپر کی پوری صف میں سے ایک شخص کو کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کرلے حالانکہ یہ دونوں باتیں بے سند ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ ایسا ہی چار رکعتوں والی سنتوں کی چاروں رکعتوں میں ضمِ سورہ کرنا اور عمداً برہنہ سر نماز پڑھنا یا عادتاً برہنہ سر وضوء کرنا یا حالتِ نماز میں آدابِ نماز کے سوائے کوئی حرکت کرنا بھی رسول اللہ صلعم کے عمل سے یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔ یہی حال نمازِ فرض قضا ہو تو اس کی ادائی کے بارے میں اول قضا بعدہٗ ادا کے حکم کا ہے کہ یہ حکم بھی رسول اللہ صلعم یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں بلکہ حکم صحیح اوّل ادا بعدہٗ قضا ہی کا ہے جیسا کہ فرض روزہ کی قضا ادا کرنے کے بارے میں ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ان چند اعمال کی تجدید ہو کر یہ اعمال گروہ مہدویہ ہر جگہ رائج تھے لیکن کچھ عرصہ سے یہاں بھی ان کی پابندی متروک ہو چکی ہے اور بعضوں کے پاس باقی ہے اس کی کچھ تفصیل آگے بھی آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز حضرت رسول اللہ صلعم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں نمازوں کی نیتوں کے الفاظ زبان سے ادا کرنے کی کوئی تاکید نہیں تھی کیونکہ حقیقتاً ہر نیک کام کے باعث اجر و ثواب ہونے کے لئے صرف اس کی دلی نیت ہی شرط ہے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے صلحاء نے نماز کی نیت کے الفاظ بھی زبان سے کہنا مستحب قرار دیا تاکہ ہر شخص جتنی رکعتوں کی ادائی کی نیت باندھے اتنی ہی رکعتیں برابر خیال رکھ کر ادا کرے، چار کی جگہ دو، دو کی جگہ چار نہ پڑھ لے اور جس وقت جو نماز پڑھ رہا ہو اس وقت اُسی کا نام بھی نیت میں لے، یہ بھول نہ جائے کہ کونسی نماز ہے کتنی رکعتیں پڑھنی ہیں۔ اہلِ عجم جا بجا بکثرت جب مسلمان ہونے لگے تو خصوصاً ان کے لئے نمازوں کی تعلیم میں ہر نماز کی نیت کے الفاظ کا تعین بھی ضروری ہوا۔ چنانچہ اسی فتوے کی بناء پر نمازوں کی نیتوں کے الفاظ بھی فقہ کی ابتدائی درسی کتابوں میں لکھے جانے لگے ہیں۔

۷

الغرض بحکم آیت کریمہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الایۃ (جز ۴ رکوع ۲) ترجمہ :- اور چاہیئے کہ قایم ہوتی رہے تم میں سے ایک جماعت کہ بلاتے رہیں اس کے لوگ بھلائی کی طرف حکم کرتے رہیں ہر بھلی بات کا اور منع کرتے رہیں ہر ناپسندیدہ کام سے الخ کے رو سے بعض کام صحابہؓ کے دور کے اور صحابہؓ کے دور کے بعد سے ایسے بھی مسلمانوں میں ہوتے آئے ہیں جو دیکھتے ہیں تو بدعت یعنے نئے کام ہی قرار پائے لیکن ان کی اصل دین سے ثابت ہونے سے یا اُن کا منشاء اصل دین کی حفاظت اور اس کی غایت کی تکمیل ہونے سے منکرات میں نہیں گنے گئے ہیں۔ مثلاً مسجدیں پختہ بنوانا خانقاہوں کی صورت میں دینی مدارس قائم کرنا معلموں کی تنخواہیں مقرر کرنا، کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ کو خوشخط لکھوانا اور زمانہ حال میں ان کو اور دیگر دینی تحریروں کو چھپوانا ایصال ثواب بروح میت کے لئے بہ تعین ایام سوم یا چہارم و دہم و بستم و چہلم و ششماہی و سالیانہ راہ خدا میں فقراء خدا متوکلین اور اقرباء و مساکین کو کھانا کھلانا اور ایسے ہی بعضے اعمال جو صحابہؓ کے بعد کے صلحاء کے مختارات سے ہیں غیر منکرات ہیں جن کی ممانعت شرعاً لازم نہیں آتی کیوں کہ اطعام طعام ماحضر خوشی وغمی دونوں کے مواقع پر جو بندگان خدا متوکلوں قرابتداروں یتیموں اور دیگر مسکینوں کے لئے ہو باعث اجر و ثواب ہی ہے خصوصاً جبکہ خوشی کے موقعوں پر بھی بلا کسی اسراف و ارتکاب فعل حرام مثلاً ناجائز گانے بجانے تصویر کشی وغیرہ ممنوعات کے ہو اس کو بدعات منکرات میں شمار کرنا کسی پہلو سے جائز نہیں ہے۔ پس شادی کے موقع پر ولیمہ کے علاوہ پانچ جمعوں تک ہر اٹھواڑے کو دلہا دلہن کی گلپوشی اور تسمیہ خوانی وغیرہ کی گلپوشی کا شمار بھی مباحات ہی میں ہے اور ایصال ثواب بارو ح کے لئے جمعراتوں اور دیگر ایام مذکورہ بالا کا تعین بھی مباحات و مستحبات میں گنا جانا لازم ہوا ہے کیونکہ نفس تعین ماہ و سال برائے ایصال ثواب خود حضرت رسول اللہ صلعم کے عمل مبارک سے بھی ثابت ہے چنانچہ سنن ابن منذر اور سنن ابن مردویہ میں یہ حدیث شریف مذکور ہے عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام و یسلم علی قبور الشھداء الحدیث (ترجمہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آتے تھے رسول اللہ صلعم ہر سال احد میں اور سلام بھیجتے تھے قبروں پر شہیدوں کی الخ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی خوشی کی تقریب ہو یا غم کا موقع دونوں کے تاثرات خوشی یا غمی کی یادگار کی صورت میں کچھ عرصہ تک رہنا بھی ایک امر فطری ہے اور انہی تاثرات کا نتیجہ زندوں کی جمگیاں وغیرہا ایام شادی اور مردوں کی جمعراتیں وغیرہا ایام ایصال ثواب ہیں جن کا لحاظ بھی رہتی دنیا تک لازمی ہے بشرطیکہ لغویات و خرافات سے پاک اور اجر و ثواب پانے کی صورتوں پر مشتمل رہے اور بمقتضائے فرمان نبی صلعم حبب الیّ من دنیاکم النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (مسند امام احمدؒ وغیرہ) یعنے مجھے تمہاری دنیا کی چیزوں میں سے عورتیں اور خوشبوئی پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہے۔ خوشبودار پھولوں کا استعمال سہرے کی صورت میں ہو یا ہار اور گجروں کی صورت میں یا کھلے پھولوں کی صورت میں۔ بہرحال حسب موقع و محل خوشی و غمی میں مباح و مستحب قرار پانا لازم ہوا ہے۔

ان امور کے علاوہ عرس و میلاد کے جلسے جشن سماع کی محفلیں دینی اور ادبی مشاعرے طبقۂ عوام اہلِ اسلام کے حق میں اگرچہ مذہبی ذوق و شوق کے مظاہروں کی صورت رکھنے کی جہت سے مستحسنات میں داخل ہیں، لیکن محدثات کی قبیل سے ہونے کی جہت سے طبقۂ صادقین یعنے مرشدین و مشائخین کے حق میں ان کی شرکت بھی اختیارِ بدعت میں داخل ہے۔ پس اپنے اپنے جائے قیام پر بیانِ قرآن اور دعوتِ الی اللہ کے سوائے کسی جلسہ یا جشن کی شرکت کسی اہلِ ارشاد کے لئے روا ہے بھی تو اس صورت سے ہے کہ کسی جلسہ یا جشن وعظ و میلاد کا افتتاح ہی اس اہلِ ارشاد کے وعظ و بیان سے مقرر ہو، اور اراکین جلسہ کی درخواست کو قبول کرکے وہ شریک اجتماع ہو اور اپنے حسبِ وعدہ جو کچھ کہنا سنانا ہو اس سے فارغ ہوکر جماعت پر سلام پھیر کر اپنے مقام کو لوٹ جائے۔ بجائے اس کے عوام میں شامل ہوکر ان کے اچھے بُرے سبھی خیالات نظم و نثر میں بلا کسی تردید و اصلاح کے سننے کیلئے بیٹھا نہ رہے ورنہ وہ "الساکت عن الحق شیطانٌ اخرس" یعنے حق بات کہنے سے سکوت اختیار کرنیوالا گونگا شیطان ہے کا مصداق ہوگا۔ نیز حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان ہذا جو کوئی رسم و عادت و بدعت اختیار کرے اس کو یہاں کا بہرہ نہیں پہنچے گا' کے رو سے وہ بے بہرہ ثابت ہوگا اور یہ نکتہ بخوبی سمجھے رہنے کا ہے کہ حضرت مہدی کے پاس کا بہرہ کیا ہے یہاں کا بہرہ اندھیرے سے نکلنا اُجالے میں آنا ہے۔ نابینائی کی صفت سے نکلنا بینا بننا ہے، شک و ارتیاب مریہ و تذبذب سے نکلنا اور شرح صدر کی کیفیت پانا ہے۔ پراگندہ دلی سے پاک ہونا ہر حال میں دلجمعی رکھنا ہے بدعتیوں کو بینائی اور دلجمعی کی نعمت ہرگز نصیب نہیں ہوتی بلکہ وہ ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند　　او خویشتن گم است کرا رہبری کند

کا مصداق بنتے ہیں۔

دینی اجتماعات جو دورِ نبوت اور دورِ ولایت کے ہیں یعنے اجتماع جہاد، اجتماع حج، اجتماع جمعہ و عیدین بصورت وجود شرائط اجتماع جماعتِ نماز پنجگانہ اجتماع بہرۂ عام اور اجتماع دعوتِ طعام نذر اللہ و نیازِ بزرگانِ دین و ایصال ثواب بہ ارواح مرحومہ نیز شادی و غمی کی صورتوں میں حسب موقع و محل کسی اجتماع میں شرکت کے سوائے کسی بھی جگہ بلا ضرورتِ شرعی یا بے وجہ شرعی جانا آنا طبقۂ اہلِ ارشاد صادقینِ امت کے کسی فرد کے لئے روا ہے نہ زیبا ہے ورنہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہذا پورا ہوتا ہے ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد　　نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

مشائخین و مرشدینِ امت یا گروہ جو بحکم قرآن مصداق صادقین اور فقراءِ خدا و دین خدا ہیں اُن کا شیوہ تو دل و جان سے مشغول مع اللہ اور بذریعہ بیان قرآن داعی الی اللہ رہنا ہے ان کو دنیاداری کی کسی بات سے سروکار نہ ہونا چاہیئے اُن کا اپنے مقام سے ہٹ کر دنیاداروں سے میل جول بلکہ بلا وجہ شرعی ان سے مخاطبت بھی قطعاً جائز نہیں ہے اور جو صورتیں کافروں کے ساتھ دوستی کو ثابت کرنے والی ہیں ان سے پرہیز جیسا کہ کافروں کے ساتھ میل ملاپ میں مسلمانوں پر فرض ہے ویسا ہی دین برحق کے مخالفوں اور دنیاداروں کے ساتھ میل ملاپ میں تارکانِ دنیا اور طالبانِ خدا پر فرض ہے ورنہ بحکم آیت کریمہ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ

فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ (ترجمہ) جو کوئی تم میں سے ان کو دوست رکھے یہ سمجھ لے کہ وہ خود بھی انہی میں سے ہے۔ ان کا شمار بھی انہی میں ہوگا جن سے وہ اپنی دوستی کو ثابت کریں گے اور کافروں کے ساتھ دوستی کو ثابت کرنے کی کھلی نشانی اُن کی شباہت اختیار کرنا، داڑھیاں منڈانا اور برہنہ سر رہنے کی عادت کرلینا ہے ان دونوں باتوں سے پرہیز ہر مسلمان کا فرض اولیں ہے۔ تاکہ دیگر احکام و آدابِ اسلامی پر عمل پیرا ہونے کی جانب بھی اُس کا قدم اٹھ سکے اور دینداری کا دروازہ اُس کے حق میں بند نہ ہو جائے اور ہر مسلمان شریف عورت کا فرض اولیں یہ ہے کہ پردۂ شرعی کو قائم رکھے چادر یا برقعہ کے صحیح استعمال سے غافل نہ ہو۔ اور بغیر چادر یا برقعہ کے گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ یہ سمجھ لے کہ وہ دین اسلام ہی سے باہر ہو چکی ہے۔

یہی حال سمندر پار کے ممالک میں تعلیم پانے کے لئے اس ملک ہندوستان سے جانے والے لڑکے لڑکیوں کا ہے جو اپنا مقصد پورا کرکے واپس اپنے ماں باپ کے پاس نہیں آتے بلکہ آتے بھی ہیں تو شادیاں کرکے وہیں لوٹ جاتے ہیں۔ اور اُن کے ماں باپ بھی مال و دولت کی طمع میں یا محض اس خوف سے کہ وہ یہاں رہیں گے تو اُن کے جان و مال کو خطرہ کا سامنا ہوگا ان کے چلے جانے سے راضی ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ماں باپ کی خدمت اور صادقین کی صحبت جو ان کو یہاں میسر آسکتی ہے اس کی اہمیت کو بالائے طاق رکھ کر بے ایمان ہو کر جارہے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کے عقیدہ سے پھر کر اُن کو جانے کی رضا دے رہے ہیں، یہ اور بات ہے کہ وہ نافرمانی کرکے چلے جائیں تو وہی اپنے کئے کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ ورنہ ماں باپ بھی ان کے ساتھ خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین (جزء ۱۷، رکوع ۹) ترجمہ:۔ گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہے صریح گھاٹا کا مصداق ہونگے۔

نیز مخفی نہ رہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کے بعد سے جب سے کہ ترکِ حیاتِ دنیا کا زبان سے اقرار بھی فرض ہوا ہے ہر تارکِ دنیا ہی کو یہ لازم ہوا ہے کہ آپ اپنے نام کے ساتھ فقیر لکھے، دوسرا کوئی کسی کو فقیر کے لفظ سے مخاطب نہیں کرسکتا جب تک زبان فارسی کا رواج تھا کسی اہل ارشاد نے اپنے کسی ہم منصب کو حضرت فقیر یا جناب فقیر نہیں لکھا بلکہ بڑوں کے نام کے ساتھ حضرت اور چھوٹوں کے نام کے ساتھ میاں یا برادر کا لفظ استعمال کرتے آئے ہیں، جب زبانِ اردو میں خط و کتابت ہونے لگی تو طبقۂ کاسبین کے بے علم لوگ تارکین کا سبین میں امتیاز کے لئے تارکانِ دنیا کے لئے حضرت فقیر اور جناب فقیر لکھنے لگے اور یہ الفاظ بلا کسی غور و خوض کے عام طور پر مستعمل ہوگئے حالانکہ حضرت یا جناب کے سوائے کوئی کسی کو فقیر لکھنے یا کہنے کا مجاز نہیں، سوائے اس کے کہ کوئی اہلِ ارشاد اپنے کسی مرید و طالب کو فقیر کہے یا لکھے تو یہ صورت اُسی کے لئے خاص ہوتی ہے دوسروں کیلئے قابلِ نظیر نہیں۔

ایسا ہی اجماع مشائخین و مرشدین گروہ مہدویہ کے ذکر کی جگہ اجماع فقراء گروہِ مہدویہ لکھنا یا کہنا بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ فقراء یا طالبانِ خدا تو مرشدوں کی صحبت میں رہنے والے تارکانِ دنیا کو کہا جاتا ہے اُن کو تو اپنے مرشدوں کے ساتھ رہنا ہوتا ہے تاکہ قول و فعل و حال کی درستی ہو یہاں تک کہ کوئی بیجا بات زبان پر نہ لائیں کوئی بیجا کام نہ کریں اور کوئی بیجا خیال دل میں نہ آنے دیں، اور حضرت

میراں علیہ السلام کے فرمان ہذا تسلیم کنید ذاتِ خود را بخدائے تعالیٰ و با ہیچ کس ہمسر دانید و ہیچ نخوامید جز ذاتِ حق تعالیٰ یک ذرّہ یا مخلوق احتیاج نہ نمائید (نقلیات میاں عبدالرشیدؓ) ترجمہ: تم اپنی ذاتوں کو خدائے تعالیٰ کے حوالہ کئے رہو، اور کسی سے کوئی کام نہ رکھو، سوائے ذاتِ حق تعالیٰ کے کچھ نہ چاہو اور خلق سے ایک ذرّہ کی بھی احتیاج نہ رکھو کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں وہ راست بذاتِ خود کسی اجماع کے ارکان کہاں سے ہو سکتے ہیں جن کے حسبِ حال یہ قول ہے ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ بیں نباشی کے راہبر شوی

یہ بھی یاد رہے کہ جب تک ترکِ دنیا کا اقرار کرنے والے اشخاص اپنے ناموں کو دنیا داروں کے دفتروں سے نوکروں یا وظیفہ خواروں کی فہرست سے خارج نہ کروا دیں فقراءِ گروہ مہدیؑ میں شمار نہیں پا سکتے اور زمرۂ اہلِ ارشاد میں نہیں آ سکتے جن کا وصف احصروا فی سبیل اللہ یعنے راہِ خدا میں اپنے کو قید کئے ہوئے ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے اور عند الحاجت منعقد ہونے والے اجماع مشائخین امت یا گروہ کی مجلس سے ہٹ کر جس میں علماء بھی ہوتے ہیں اور متعینین بھی کسی اور مجلس علماء کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ کسی ایک عالم یا کئی عالموں کا کوئی قول یا قرار داد تحریری یا تقریری جس میں بحث پیدا ہوا اجماع ہی کے ذریعہ وہ قابلِ قبول یا نا قابلِ قبول قرار پاتا ہے اور اس کی توثیق یا اصلاح و ترمیم کی صورت یا تردید کی ضرورت پیش آتی ہے پس کسی بھی جگہ چند علماء اپنی اپنی ایک مجلس مقرر کر لیں اور اس کا کسی کو صدر کسی کو معتمد وغیرہ بنا لیں تو بنا سکتے ہیں لیکن کوئی مستفتی کسی بھی جگہ کی کسی ایسی مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہو سکتا بلکہ وہ جہاں چاہے جس عالم سے چاہے اپنے سوال کا جواب لے سکتا ہے اور جو جواب معتبر طریقہ پر اس کو کسی بھی عالم سے ملے اسکے معمول بہ ہونے یا معتقد علیہ قرار پانے میں کوئی امر مانع نہیں ہوتا۔ نیز چونکہ اجتہاد و مقتدائی یہاں ہجرت کے لوازم سے ہے اجماع مشائخین و مرشدین گروہ مہدویہ سے ہٹ کر جو کوئی مجلس علماءِ مہدویہ ہو اسکو اپنے موقف کے بارے میں یہی سمجھے رہنا چاہئیے ؎

برابر ہے اپنا وجود و عدم
ہماری بقا اور فنا ایک ہے

نیز واضح ہو کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (جزء ۱۳ رکوع ۳) ترجمہ: ہم درجے بلند کرتے ہیں جن کے چاہیں اور ہر دانا سے بڑھ کر دانا موجود ہے۔ نیز حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے دو ذات یک مقابلہ در یک زمان نخواہند ماند (حاشیہ) یعنے دو شخص ایک درجہ کے ایک زمانے میں نہیں رہیں گے۔ اس آیتِ کریمہ اور نقل شریف کی دلالت اس امر پر ہے کہ علم ظاہری میں ہو یا باطنی میں یا دونوں میں ایک شخص ہر زمانے میں سب سے افضل ہوتا ہے اور علم ظاہری میں کامل ہونے کے اعتبار سے جو شخص بلند پایہ رکھتا ہو وہی علامۃ العصر کہلانے کے لائق ہوتا ہے پس یہ لقب عربی اور فارسی کے ایسے عالم ہی کے لئے سزاوار ہے جو عربی ادب اور تفسیر و حدیث میں بلند پایہ رکھتا ہو، اور فی زماننا ہذا عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں نظم و نثر میں کامل مہارت کے ساتھ بے تکلف تصنیف و تالیف کر سکتا ہو ایسا کوئی

علم ظاہری کا عالم علّامہ ابو شریف سید اشرف صاحب شمسی مرحوم کے بعد سے اب تک اس فقیر کے دیکھنے میں نہیں آیا علّامہ موصوف کے سالِ انتقال کا مادۂ تاریخ بھی یہی ہے ع آہ علامۃ العصر شمسی ۔ پس جو لوگ کسی بڑے پایہ کی علمی کتاب کے جو عربی زبان میں ہو، دو سطر بھی صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے ان کے لئے علامۃ العصر یا بحرالعلوم جیسے القاب کا استعمال نہایت مضحکہ خیز ہے اور در حقیقت ہر عالم کے علم کی سند خود اس کا کلام ہوتا ہے دوسرا کوئی نہ کسی کو بڑھا سکتا نہ گھٹا سکتا ۔ عالم اور عامی کا فرق اس کے آثارِ قلمی ہی سے اوراقِ زمانہ پر ثبت ہوتا ہے اور عالم عالم ہی قرار پاتا ہے اگرچہ اس کے زمانۂ حیات میں اس کی کوئی شہرت نہ رہی ہو، اور عامی عامی ہی ٹھہرتا ہے اگرچہ اس کے زمانۂ حیات میں اس کی تعریف کے پل باندھے گئے ہوں اور اس کے ہواخواہوں نے اس کو اونچے سے اونچا مقام دیا ہو ۔

نیز معلوم ہو کہ ہر زمانے میں اجماع مشائخین امّت جو امّت کے لئے حجّت و سند ہے اس میں مشائخین سے مراد صادقین کے مصداق افراد ہوتے آئے ہیں جو امّتِ محمدی کے ارکان حقیقی معنی میں ہوتے ہیں نہ کہ عوام النّاس خواہ وہ قلیل تعداد میں ہوں یا کثیر تعداد میں البتہ اجماع کے اراکین میں غلبۂ آراء کا ساتھ دینے کے بارے میں یہ ہدایت ہے کہ اتبعوا السّواد الاعظم یعنی پیروی کرو تم کثیر جماعت کی اور اسی کثیر جماعت کے حق میں نبی صلعم کی یہ بشارت ہے کہ لن تجمع امّتی علی الضّلالۃ ۔ ترجمہ :- میری امّت ہرگز متفق نہ ہوگی گمراہی پر ۔ پس کسی مسئلہ میں ان میں اختلاف ہوتا بھی ہے تو وہ اختلاف اجتہادی ہوتا ہے جو امّت کے لئے موجب زیاں نہیں بلکہ بعض صورتوں میں رحمت بن جاتا ہے ۔ چنانچہ اسی کے بارے میں نبی صلعم کا فرمان ہے اختلاف امّتی رحمۃ ۔ برخلاف اس کے عوام کالانعام کسی معاملہ میں کثیر تعداد میں کسی بات پر متفق ہوں جیسا کہ یزید پلید اور اس کے ساتھی امام حسینؓ اور دیگر اہل بیتِ نبیؐ کا قتل روا ہونے پر مجتمع ہوئے تھے تو ایسوں کی کثرت کسی زمانے میں نہ سوادِ اعظم کی تعریف میں آئی ہے نہ آئے گی جن کے بارے میں کہا گیا ہے ؎

اَترجُوا امّۃً قتلت حُسَیْنًا شَفَاعَۃَ جدّہٖ یَوْمَ الحِسَابِ

(ترجمہ) کیا قاتلینِ حسینؓ کا گروہ بروزِ حساب جدِّ حسینؓ کی شفاعت کا بھی امیدوار ہے ۔ یعنی لعنت ہے اس گروہ پر کہاں سے اس کو شفاعت نصیب ہوگی اس کے لئے تو خلود فی النّار ثابت ہے اور کسی زمانہ میں بھی کسی جگہ اجماع کا کوئی داعی مخصوص نہیں ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لئے داعی اجماع بھی کسی شخص خاص کا لقب نہیں ہو سکتا بلکہ امّت یا گروہ کا ہر رکن بوقتِ ضرورت داعی اجماع ہو سکتا ہے اور فرمان حق تعالیٰ ولا تکتموا الشّھادۃ و من یکتمھا فانہٗ اٰثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم ؕ ترجمہ :- اور نہ چھپاؤ تم گواہی اور جو اس کو چھپائے گا تو بے شک اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو سب جانتا ہے سے ظاہر ہے کہ خواہ کوئی دینی معاملہ ہو یا دنیاوی اس میں جو شخص گواہ کی حیثیت رکھتا ہو گواہی دینے سے باز نہ رہے اگر بلا عذرِ شرعی باز رہے گا تو گنہگار ہوگا اور گواہی دینے سے گریز کرنے والا دل کا گنہگار ثابت ہوتا ہے ۔

پس اگر دینی معاملہ میں گریز کریگا تو اللہ کے پاس پکڑا جائیگا اور اگر دنیاوی میں گریز کریگا تو حاکمِ وقت کو حق ہوتا ہے کہ سزائے واجبی اسکو دے یہی حکم کسی امرِ حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دینے کے لئے دینی پیشوائی کا منصب رکھنے والوں یعنے صادقینِ امت کے اجماع کا ہے جو مرشدین یا مشائخین کہلاتے ہیں کہ جہاں اس کی ضرورت پیش آئے کوئی رکن اگر بلا عذر شرعی اجماع کے اجلاس کی شرکت سے باز رہے تو اس کا ماخوذ عند اللہ ہونا اور اللّٰھمّ ارنا الحقّ حقّاً وّ ارزقنا اتّباعہٗ و ارنا الباطل باطلاً وّ ارزقنا اجتنابہٗ کے اقرار سے پھر جانا لازم آتا ہے، اللہ ایسی جہالت وضلالت سے بچائے اور ایسا انحراف اسی شخص سے سرزد ہوتا ہے جو اللہ کے سمیع وبصیر وعلیم ہونے سے غافل ہو، پس ایسے ہی غافلوں کی تنبیہ میں جو اپنے کو عاقل سمجھتے ہیں، اللہ تعالےٰ نے صاف فرمادیا ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو سب جانتا ہے انتہیٰ۔ اور اجماع امت یا گروہ کا کوئی صدر بھی ہر زمانے میں معین نہیں ہوا ہے کیوں کہ امت یا گروہ میں جو اہلِ فضل ہوتا ہے کبھی اس کا وجود ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مخفی، جس زمانے میں اہلِ فضل کا وجود ظاہر ہو، وہی صدرِ اجماع قرار پاتا ہے ورنہ سب ارکان اجماع مساویانہ حیثیت کے حامل ہوتے ہیں اور صدرِ اجماع کی جانب سے بھی کوئی حکم بغیر سب کی رائے یا غلبۂ آرا یا اختلافِ اجتہادی کی صورت سے طے ہونیکے نافذ نہیں ہوتا۔

اہلِ فضل کا وجود ظاہر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ سب اکابرینِ امت سب کے حق میں اپنے میں سے کسی کو اہلِ فضل مان لیں، اور اہلِ فضل کا وجود مخفی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ سب اکابرینِ امت آپس میں ایک دوسرے کو اپنے سے افضل کہیں، لیکن سب کے سب کسی کو سب کے حق میں افضل نہ قرار دیں۔ پس اسی جہت سے حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہلِ فضل صدرِ اجماع اوّل حاکم بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ رہے پھر آنحضرتؓ کے بعد اہلِ فضل صدرِ اجماع دوم حاکم بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایت سید الشہداء بدرِ ولایتؓ ہوئے، پھر آنحضرتؓ کے بعد اہلِ فضل کا وجود مخفی ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت شاہ نعمتؓ اور حضرت شاہ نظامؓ کا وصال ہوا تو اہلِ فضل صدرِ اجماع حاکمِ سوم حضرت شاہ دلاورؓ ہوئے۔ جن سے حکم پانے کے بغیر اکابرین تابعین جیسے بندگی ملک الٰہداد خلیفۂ گروہؓ اور شاہ عبدالرحمٰنؓ وغیرہم نے بیانِ قرآن اپنے لئے روا نہ رکھا۔ پھر حضرت شاہ دلاورؓ کے وصال کے بعد بعضے جلیل القدر صحابہؓ اپنے اپنے دور میں اہلِ فضل رہے جن سے طبقۂ تابعین کے سب مرشدین فیض یاب ہوتے رہے، ان میں سے ایک بندگی میاں امین محمدؓ ہوئے جو حضرت ثانی مہدیؓ کے وصال کے بعد سال ہا سال بلادِ اسلامیہ کی سیاحت اور تبلیغ مذہب مہدیؑ میں گزار کر بالآخر دولت آباد میں اپنے بھتیجے شاہ عبدالکریم نوریؒ متوفی ۹۷۸ھ کے دائرے میں آکر ان سے دو یا تین سال قبل واصلِ حق ہوئے۔ دوسرے بندگی میاں بھائی مہاجرؓ ہوئے جو بمقام دسارڈہ حضرت سید یحییٰؓ کے زمانے میں وفات پائے۔ تیسرے بندگی میاں لاڑ شاہؓ ہوئے جو سب صحابہؓ کے بعد وفات پائے۔ یہ تینوں صحابی اپنے اپنے زمانے میں جس کسی اجماع میں رہے صدرِ اجماع رہے۔ دورِ صحابہؓ میں سب کے آخر میں جو صحابی تمام تابعینؒ کے حق میں اہلِ فضل رہے، وہ بندگی میاں لاڑ شاہؓ ہی تھے جن کی خوشنودی سب تابعین نے حاصل کی اور ان کی موجودگی میں کسی نے بیانِ قرآن

بغیر اُن سے حکم پانے کے نہ کیا، اسی لئے آنحضرتؓ کے نام کے ساتھ لازال فضلہٗ یا لازال ارشادہ لکھتے آئے ہیں اور تابعینؓ کے صفِ اوّل کے مرشدین مثلاً حضرت روشن منورؓ بندگی ملک الہداد خلیفۂ گروہؓ حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ حضرت شاہ عبدالرحمٰنؓ علامۂ زماں حضرت شاہ عبدالملک سجاوندی عالم باللہؓ اور حضرت شاہ عبدالکریم نوریؓ وغیرھم آنحضرتؓ کے سامنے ہی گذر چکے اور آنحضرتؓ کے بعد طبقۂ تابعین کے مرشدین آپس میں ایک دوسرے کو فضل دیتے رہے اور کسی نے کسی کو سب کے حق میں اہلِ فضل نہیں کہا پھر جب اس دَور کے اکابرین حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجیؓ کے سوا سب اٹھ چکے تو سب تبع تابعین کے حق میں آنحضرتؓ ہی اہلِ فضل رہے اور منجانب خدا و خاتمینؑ آگاہی پاکر آنحضرتؓ نے اپنی ذات میں فیض ولایت محمدی مقید ہونے کا دعویٰ فرمایا اس دعوے کو سب اہل گروہ نے قبول کیا بجز کسی شاذ و نادر کے جو کالمعدوم ہے پس آنحضرتؓ خاتم المرشدین کہلائے اور سب سلسلوں کے حق میں حاکم چہارم ہوئے۔ آنحضرتؓ کے بعد سب تبع تابعینؒ کے طبقہ کے اکابرین آپس میں ایک دوسرے کو فضل دیتے رہے۔ کسی نے کسی کو سب کے حق میں اہل فضل نہیں کہا۔ یہاں تک کہ یہ زمانہ بندگی میاں سید نور محمدؒ پر آخر ہوا۔ اور آنحضرتؒ کو تبع تابعین کے بعد کے سب اکابرین نے اہل فضل تسلیم کیا اور چونکہ عزیمت و عالیت کے سارے احکام جو دائرے کی زندگی سے متعلق ہیں پوری قوت کے ساتھ آنحضرتؒ کے دَور تک نافذ رہے۔ آخر حاکم خاتم کار ہدایت آنحضرتؒ کا لقب ہوا اور آنحضرتؒ کے دس خلفاء ہوئے۔ اوّل بندگی میاں سید عالم المبشر بہ فانی فی اللہ و باقی باللہؒ۔ دوّم بندگی میاں سید قاسم الملقب بہ مجتہد گروہؒ۔ سوم بندگی میاں سید نصرت المعروف بہ مخصوص الزماںؒ۔ چہارم بندگی میاں سید ولی نبیرۂ بندگی میراں سید حمیدؓ۔ پنجم بندگی میاں سید اشرفؒ بن بندگی میاں سید میراںؒ۔ ششم بندگی میاں سید محمود سید نجیؒ بن بندگی میاں سید علیؒ۔ ہفتم بندگی میاں سید سلام اللہؒ نبیرۂ حضرت شہاب الحقؓ۔ ہشتم بندگی ملک میراںؒ۔ نہم بندگی ملک ابراہیمؒ۔ دہم بندگی میاں بہلول خاں غلزئیؒ (ملاحظہ ہو رسالۂ زاد التاجیؒ و تذکرۃ الصالحین)

اُن بزرگانِ دین میں بعضے صاحبانِ دائرہ ہوئے اور بعضوں نے صاحبانِ دائرہ کے ساتھ رہ کر اپنی عمریں گزار دیں اور یہ بزرگان دین اور ان کے بعد والے مرشدین جو اپنے سلسلہ کے مرشدوں کی تقلید پر ثابت قدم رہے باہم ایک دوسرے کی تعظیم و توقیر کرتے آئے ہیں۔ حضرت خاتم کار کے بعد سے آج تک کسی دَور میں بھی سب کے حق میں کسی بزرگ کے اہلِ فضل ہونے پر سب کا اجماع و اتفاق نہیں ہوا ہے اگر اللہ کو منظور ہے تو ممکن ہے کہ کسی دور میں کسی اہل ارشاد کے سب کے حق میں اہلِ فضل ہونے پر سب کا اتفاق ہو جائے ورنہ اہل فضل کا وجود جو پردۂ خفا میں ہے حضرت عیسیٰؑ ہی کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا۔

نیز یہ امر بھی اہل فضل قرار پانے والوں کی خصوصیات سے ہے کہ سوائے بدعتوں کے ازالہ اور سنتوں کے احیاء کے خود اُن سے کوئی نیا کام وجود میں آنا قطعاً ان کو منظور نہیں ہوتا۔ لیکن اتفاقاً کسی وجہ سے کوئی نیا کام اُن میں سے کسی سے وجود میں آجائے تو اس کام کی یادگار تا قیامت قایم رہنا اور اس کا شعائر دین میں شمار

پانا لازمی ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت مہدی موعودؑ اور ثانی مہدیؑ بندگی میراں سید محمود صدیق اکبرؓ کے وصال کے بعد حامل بارِ امانت، تاتلوہ وقتلوا بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ جو سب کے حق میں اہلِ فضل مانے گئے تھے جنگِ بدر ولایت کے قبل آنحضرتؓ نے اپنے طالبوں کو راہِ خدا میں جوش ایمان و شجاعت کے مظاہرہ میں باہم زور آزمائی کرتے اور کبڈی کھیلنے کا حکم ایک دفعہ دیا تھا اسی عمل کی یادگار میں بہرۂ عام شہداءِ بدر ولایت کی شب میں بعد نماز عشاء و تقسیم نان ریزہ سب حاضرین کا دو صفوں میں منقسم ہو کر ایک دوسرے کے مقابل ہونا اور کچھ دیر کبڈی حسب دستور قدیم کھیلنا معمول ہوا ہے اس کی ادنیٰ صورت جہاں لوگ کم ہوں یہ ہے کہ ایک دوسرے سے گلے ملیں اور جدا ہو کر تسبیح میں شریک ہو کر رخصت ہوں اس کے علاوہ اور ایک عمل جو اسی نوعیت سے داخل شعائرِ عہدِ اظہارِ ولایت ہے۔ میّت کے سر پر سہرا باندھنا ہے مرد ہو تو اُس کی پیشانی پر دستار میں پھول لگانا عورت ہو تو پھولوں کی لڑی اُس کی پیشانی کے بالائی حصّہ پر باندھنا اس عمل کی بناء یہ ہے کہ طبقۂ تبع تابعین میں بندگی میاں سید محمود عرف سید نجیؓ جو اپنے ہم عصر سب مرشدوں کی وفات کے بعد بقید حیات تھے سب مرشدانِ زمانہ کے خاتم اور سب کے پسماندوں کے حق میں اہلِ فضل مانے گئے تھے آنحضرتؓ کے ایک فرزند مسمّٰیؓ میاں سید مبارک کی وفات حسرت آیات اٹھارہ سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ ان کو نہلانے کے بعد کفن پہنانے کے وقت کسی نے کہا کہ میاں کی شادی کا سہرا دیکھنے کے دن تھے۔ یہ سن کر حضرت خاتم مرشد نے ان کو دستار باندھتے وقت پیشانی کے بالائی حصّہ پر دستار میں پھول لگاتے ہوئے فرمایا کہ بندہ اپنے صاحب کی خوشی کا سہرا دیکھتا ہے، اس عمل مبارک کی یادگار میں یہ عمل اسی وقت سے مہدویوں میں رواج پایا ہے۔

نیز حضرت مہدی علیہ السلام کی اجازت کی بناء پر آنحضرتؑ کے ایک صحابی عاشقِ مادر زادِ ذات لایزالی میاں حاجی مالیؓ کے عمل کی یادگار میں ایک عمل داخل شعائر عہد اظہار ولایت ہوا ہے جو حضرت مہدیؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت پھولوں کے دو ہار لائے تھے اور آنحضرتؑ نے حکم خدا سے اُن کا استقبال فرمایا اور اُن کے لائے ہوئے ہاروں میں سے ایک ہار خود پہن کر اور ایک ہار اُن کو پہنا کر ان کو ذکرِ خفی کی تلقین فرمائی۔ یہی بناء مہدویوں میں اس عمل کے رواج کی ہے اور ان اعمال کے ترک سے اُن بزرگوں کے فضل و فضیلت کا انکار لازم آتا ہے جن کے عمل کی یادگار میں یہ اعمال رائج ہوئے ہیں۔ پس جو کوئی سلفِ صالحین کا مقلد ہے بحکم آیت کریمہ اُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ط ترجمہ:- یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی پس تم بھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو، کبھی اون کی تقلید کے دائرے سے باہر نہ ہوگا ان اعمال کے سوائے اور بھی بعض اعمال ہیں جن کا بالاجماع و بالاتفاق قائم رکھنا بحیثیت واجبات یا مستحبات لازم ہے ان میں سے ایک عمل جو عہدِ رسالت پناہؐ اور عہدِ خلفاءِ راشدین تک ملحوظ رہا اور بعد میں متروک ہو گیا تھا پھر حضرت مہدیؑ کے عمل مبارک سے اس کا احیاء ہوا، صفِ نماز پر امام کے قیام کے نوعیت کا ہے کہ شروع میں کسی مسجد یا مکان کی چار دیواری یا اور کسی احاطہ میں جماعت نماز قائم ہوتی

تھی تو امام پہلی صف کے وسط میں صرف ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہوتا تھا پھر بعد فرض سنت کی ادائی میں صفِ اوّل میں مل جاتا تھا اور اگر جہاد و ہجرت یا اور کسی مسافرت میں میدانوں اور صحراؤں میں جماعت نماز قائم ہوتی تھی تو امام اپنے آگے سترہ گاڑ کر اس طرح کھڑا ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے کی صف بالکل پوری ہوجاتی تھی اور درمیان میں امام کی جگہ نہیں چھوٹتی تھی یہ فرق جو میدان اور مسجد یا دیگر کسی چار دیواری میں امام کے قیام کا تھا حضرت رسول اللہ صلعم کے بعد خلفائے راشدینؓ کے دور تک باقی رہا پھر اس طرح مٹ گیا کہ صرف ایک مسئلہ فقہی کی حد تک یہ بات کتب فقہ میں رہ گئی کہ امام کا امامت کے لئے بالکل اندرون محراب کھڑا ہونا مکروہ ہے لیکن اس کے ساتھ یہ تاکید نہ رہی کہ جب جماعت مسجد یا کسی اور چار دیواری کے احاطہ میں ہو تو امام پہلی صف میں صرف ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو اور پھر سنت پڑھنے کے موقع پر صفِ اوّل میں اپنی جگہ پر آ جائے یہ عمل حضرت مہدی علیہ السلام ہی کے عمل مبارک سے تازہ ہوا مگر اس کی حفاظت بھی مہدویہ مساجد میں اب صرف چند علاقوں میں باقی رہ گئی ہے اور بہت سارے یہاں بھی اس امتیاز کو اٹھا چکے اور بھول بیٹھے ہیں۔ سوائے ایک شب قدر کے دوگانہ کے کہ اس موقع پر سب اسی عمل قدیم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کرہ ایلچ پور وغیرہ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں آدھا مصلّٰی امام کے لئے بڑی صف کے وسط میں سیا ہوا ہوتا ہے اس طرح سے کہ امام کے مصلّے کو کہیں ہٹانے سرکانے کی نوبت ہی نہیں آتی خواہ جماعت کثیر ہو یا قلیل اور اس طرح امام کے صفِ اوّل کے درمیان ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہونے کے بارے میں اس فقیر راقم الحروف کو اپنے آبائی عمل اور اپنے سلسلے کے بزرگوں کے عمل کے سوائے دیگر بزرگانِ قوم کی جانب سے بھی اس عمل کے ثبوت کے دو تین واقعات جو پیش آئے ہیں اُن کا ذکر بھی یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ والد صاحب قبلہ کے ہمراہ فقیر حضرت شاہ نصرت رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی اور زیارت کے لئے موضع لال گڑھی گیا تھا اور بھی کچھ لوگ ہمارے ساتھ تھے اور وہاں بوقت نماز ظہر مسجد میں دو تین اشخاص تھے جن میں ایک سن رسیدہ بزرگ خانجی میاں صاحب گتہ دار سکندرآبادی مرحوم بھی تھے پس میرے والد نماز کے لئے اپنے حسب دستور صف کے درمیان امامت کا مصلّٰی کھینچ کر ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہوکر نماز پڑھائے تو بائیں طرف کے مصلّیوں میں خانجی میاں صاحب بھی شریک جماعت تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میرے والد مراقبہ سے سر اٹھائے تو صاحب موصوف نے کہا حضرت گورے میاں صاحب آج ایک زمانے کے بعد مجھے ایک قدیم عمل اپنے بزرگوں کا دیکھنے میں آیا میرے تایا اور والد بھی نماز اسی طرح صف کے درمیان کھڑے ہوکر پڑھاتے تھے جس طرح آپ پڑھائے۔ ان کے اس بیان سے اس بات کا پتہ چلا کہ حضرت بندگی میاں سید اشرف بن حسن ولایتؓ کی اولاد سے جو صاحب موصوف تھے ان کے بزرگوں کا بھی یہی عمل تھا۔ اور ایک دفعہ میرے نانا مولوی سید عبداللہ عرف سید و میاں صاحب وکیل ہمنا بادی مرحوم کے پاس اُن کے ایک موکل جو کسی علاقہ کے قاضی تھے اپنے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں اُن سے ملنے کے لئے آئے تھے اس وقت میرے نانا مسجد کے صحن کے کمرہ میں اور میرے والد مسجد میں تھے نماز ظہر کا وقت آیا تو ہماری جماعت میں

TheImamMehdi.com

وہ قاضی صاحب بھی شریک ہو گئے اور بعد نماز انھوں نے میرے والد سے کہا مولوی صاحب جب مقتدی دو یا دو سے زیادہ ہوں تو امام کو بالکل آگے کھڑا ہونا چاہیئے آپ نے ایسا نہیں کیا اس کا کیا سبب ہے اس پر میرے والد نے فرمایا کہ صف کے درمیان امام کا کھڑے ہونا بھی مسئلہ کی رو سے درست ہے یہ کہہ کر نورالہدایہ نکال کر اس میں وہ روایت جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ امام تھے۔ اسودؓ اور علقمہؓ دو صحابی مقتدی تھے اور حضرت ابن مسعودؓ ان دونوں کے درمیان صرف ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے تھے الخ دکھلا دی۔ قاضی صاحب اس کو دیکھ کر ساکت ہو گئے، اس وقت میرے نانا جو یہ گفتگو سن رہے تھے کمرہ سے نکل کر مسجد میں آئے اور کہنے لگے مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آیا جو خود مجھ پر گذرا ہے۔ چنچل گوڑہ میں کمہار کے کنوئیں کے پاس میرا مکان تھا اور وہیں میاں صاحب میاں صاحب کی مسجد میں نماز کے لئے جایا کرتا تھا اُس زمانے میں میاں صاحب، میاں صاحب کے والد بزرگوار میاں سید نصیر الدین عرف حضرت خوزادے میاں صاحبؒ زندہ تھے۔ ایک روز عصر کی نماز کے وقت جب میں گیا اور وضوء کر کے دوگانہ ادا کر کے جماعت کے انتظار میں تھا اُس وقت حضرت خوزادے میاں صاحب وضوء کر رہے تھے یکایک میرے دل میں خیال آیا کہ میاں سے پوچھنا چاہیئے کہ جب مقتدی زیادہ ہوں تو آپ بالکل آگے کیوں نہیں بڑھتے صرف ایک قدم آگے بڑھ کر صف کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں ابھی میں یہ پوچھنے کے خیال ہی میں تھا کہ حضرت موصوف نے میری طرف تیز نظر سے دیکھا اور مجھے نزدیک بلا کر بولے اجی سید و میاں امامت کا مصلیٰ آگے بڑھا دو اس کے بعد صف پر آ کر دوگانہ پڑھکر پھر بالکل آگے کھڑے ہو کر عصر کی نماز پڑھائے پھر یادِ خدا میں مغرب تک بیٹھے رہے، جب مغرب کی اذان ہوئی تو پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمائے اجی سید و میاں امامت کا مصلیٰ جہاں تھا وہیں کھینچ دو، یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل ہی میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اس بزرگ نے میرے وسوسہ کا جواب دیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ حسب دستور قدیم ہمارا عمل ہے اور نماز دونوں صورتوں سے ہو جاتی ہے خواہ امام بالکل آگے کھڑا ہو یا صرف ایک قدم آگے بڑھے انتہیٰ۔

حضرت خوزادے میاں صاحبؒ موصوف بندگی میاں سید سعد اللہؒ بن بندگی میاں سید شریف عرف حضرت تشریف اللہ صاحبؒ کی اولاد سے تھے اور ان کا سلسلۂ تربیت میاں سید منجو بن میاں سید یداللہ عرف حضرت بڑے شاہ میاں صاحبؒ سے سید نجی خاتم مرشدؓ اور بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کے واسطہ سے حضرت مہدیؑ کو پہنچتا تھا میں نے یہ واقعہ یہاں اس لئے بھی بیان کیا ہے کہ بعضے ناداں جو حضرت بھائی مہاجرؓ کے سلسلہ کے منکر ہیں اُن کی آنکھیں کھل جائیں اور مولوی شمسی صاحب جو ید اللّٰہی خاندان کے ایک مشہور عالم تھے اور اپنے ایک رسالہ میں لکھ کر گئے ہیں کہ اب قوم میں کشف ہے نہ علمِ ظاہری علم میں پختگی کے باوجود ان کی یہ باطنی کمزوری اور خام خیالی بھی سب پر ظاہر ہو جائے، مولوی صاحب موصوف نے اتنا بھی نہیں خیال کیا کہ جب حضرت مہدیؑ کا فرمان مبارک یہ ہے کہ فیض بندہ تا قیامت باشد۔ تو پھر صاحبانِ کشف کے وجود سے دنیا کیسے خالی ہو گی، ہر شخص بجائے خود یہ کہہ سکتا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں لیکن کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے مرے، اور یہ کہہ دے کہ

حاز حقیر تر ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ گروہ مہدیؑ کے بندگانِ خدا حسب مدعا و حضرت مہدیؑ کسی قسم کے کشف و تصرف کی طرف خود کبھی بھی مائل نہیں ہوتے، باوجود اس کے حسب مشیتِ الٰہی کشف تصرف کے بے شمار واقعات ان سے سرزد ہوئے ہیں اور قیامت تک سرزد ہوتے رہیں گے۔

حاصل کلام جماعت کثیر بھی ہو تو صف اوّل میں صرف ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہونے کا عمل قدیم مساجد وغیرہا احاطوں میں جو اب ہماری قوم کے اکثر گھرانوں میں متروک ہو گیا ہے، اس کے متروک ہونے کی واضح مثال گول دستار یا پگڑی اور جامہ یا انگرکھے کا استعمال جو بالاجماع و بالاتفاق سب گروہ میں رائج تھا اس کا اکثر گھرانوں میں متروک ہونا اور اس کی جگہ دُمدار شملہ اور عبا و قبا یا شیروانی کا رائج ہونا ہے حالانکہ اپنے بزرگوں کے اختیار کردہ سادہ اور سفید لباس پر باہر کے مشائخین کے اختیار کردہ لباس کو ترجیح دینا، ترجیح بلا مرجح کی صورت رکھتا ہے۔ کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام کا لباس مبارک سوائے شاذ و نادر اوقات کے دوامًا گول دستار اور جامہ ہی ہوا کرتا تھا۔ اسی بنا پر سب صحابہؓ اور تابعینؒ کا لباس بھی علی الدوام گول دستار یا پگڑی اور جامہ یا انگرکھا ہی رہا۔ اس کے ساتھ گھریلو لباس ٹوپی اور کرتا، پاجامہ یا تہمد کے ساتھ جیسا آنحضرتؐ کا رہا ویسا ہی دوسرے بزرگوں کا بھی رہا۔ اسی وجہ سے ہماری قوم کے لوگ دُمدار شملوں اور جبّوں کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے ان کی اس روش پر تابعینؒ کے دور میں ایک مشہور عالم ملّا مبارک ناگوری نے یہ اعتراض کیا تھا کہ دُمدار عمامہ یعنی شملہ باندھنا بھی حضرت رسول اللہ صلعم کے عمل سے ثابت ہوا ہے پس حضرت میراں کے تابع کیوں ایسا عمامہ باندھنے سے احتراز کرتے ہیں بلکہ پلّو چھوڑ کر عمامہ باندھنے والوں پر ہنستے ہیں الخ اس کا جواب علامۂ زماں میاں عبدالملک سجاوندیؒ نے یہ دیا تھا کہ ارسال ذنب عمامہ یعنی پگڑی کا پلّو چھوڑنے بالفاظ دیگر دُمدار شملہ باندھنے کی تاکید یا ترغیب میں کوئی روایت نہ حضرت رسول اللہ صلعم سے آئی ہے نہ صحابہؓ سے۔ اگر عمامہ کا پلّو چھوڑنا کوئی فضیلت کا فعل قربِ الٰہی کے لوازم سے ہوتا تو ضرور آنحضرتؐ اس کا حکم فرماتے حالانکہ آپ نے نہ گول دستار باندھنے والوں کو پلّو چھوڑنے کا حکم دیا اور نہ پلّو چھوڑنے والوں کو اس سے منع فرمایا پس اس سے معلوم ہوا کہ جہاں عمامہ کا پلّو چھوڑنے کی عادت تھی وہاں کے لوگ اپنی اسی عادت پر رہے اور جہاں اس کی عادت نہیں تھی وہاں کے لوگ گول عمامہ یا دستار ہی باندھتے رہے الخ (خلاصۂ عبادت منہاج التقویم)

الغرض چونکہ حضرت مہدیؑ کے زمانے میں دُمدار شملہ اور جبہ میں رہنے والے اکثر و بیشتر مشائخین دنیا پرست تھے۔ آنحضرتؑ نے نہ خود کبھی پلّو چھوڑ کر عمامہ باندھا نہ اپنے صحابہ میں سے کسی کو اس کی اجازت دی اس لئے بالاجماع و بالاتفاق گول دستار باندھنا ہی حضرت مہدیؑ کے فقراء کا دستور رہا ہے۔ پس اسی عمل قدیم پر قائم رہنے ہی میں سلامتی کی صورت ہے اور اس سے باز رہنے میں فرمانِ رسول صلعم "جو جس قوم کی شباہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا" کی وعید میں داخل ہونا لازم آتا ہے۔

نیز ایک عمل جو حضرت مہدیؑ کے عہد میں تازہ ہوا وہ محرم کی دسویں تاریخ کو باہم ایک دوسرے

سے بولا جالا معاف کروانے کا ہے جو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد سے اہل بیت کے گھروں کا دستور معمول ہو گیا تھا پھر آگے چل کر بہت سے خاندانوں میں متروک ہو چکا تھا مگر حضرت میراں علیہ السلام کے خاندان میں باقی تھا پھر بحکم خدا آنحضرتؑ نے اس کو جاری رکھا نیز بوقت تلقین ذکر مرید کو پھول دینے کا عمل جو صلحاء امت سے آ رہا تھا اس کو بھی آنحضرتؑ نے بحال رکھا اور صاحبانِ فیض بزرگوں کے عرس و صندل کی دھوم دھام اور غیر ضروری مصارف و اہتمام سب کو چھڑا کر حضرت امامنا نے ہر صاحبِ فیض کے فیض کی یادگار میں بہرۂ عام کی صورت میں نان ریزہ وغیرہ بسہولت میسر ہونے والی غذا کم از کم محض عود سے خوشبودار کئے ہوئے پانی ہی کی تقسیم کا حکم دیا ہے اور اس موقع پر بالاجماع پانی یا لکڑی کی فراہمی میں شرکت میں سب حاضرین کے لئے حصولِ ثواب کی صورت بلا کسی تکلیف کے پائی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص موقع نہ ہونے سے کسی ایسے اجماع میں شریک نہ ہو تو وہ گنہگار بھی نہیں قرار پاتا۔ پس یہ اعمال شعائر عہد ولایت قرار پا کر بعضے ان میں سے واجبات اور بعضے مستحبات طریقت کا حکم رکھتے ہیں۔

نیز واضح ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد سے ہر دور میں اجماع اکابرین گروہ صدر اجماع ظاہر ہونے کی صورت میں صدر اجماع کے حکم سے یا صدر اجماع کوئی نہ ہونے کی صورت میں سب کی جانب سے اس کا انعقاد ضروری ہونے پر یا کسی ایک رکن اجماع کے کسی خاص وجہ سے داعی ہونے کی بناء پر ہوتا رہا ہے اور کسی امر کے زبانی قرارداد پر یا کسی معاملہ میں محضرہ مرتب ہو کر تحریری اقرار نامہ کی صورت پر فیصلۂ اجماعی مشتمل ہوتا آ رہا ہے چنانچہ زمانۂ حال کے چند اجماعوں میں یہ فقیر بھی شریک رہا ہے جن کی روئدادیں چھپ چکی ہیں منجملہ اُن کے ایک اجماع جو ۱۳۷۵ھ میں ہوا اُس کے محضرہ بلا تشریحات کا تاریخی نام گروہ مہدویہ کا محضر ۱۳۷۵ھ اسی فقیر نے نکالا تھا پھر ایک اجماع بعض مطبوعات جدیدہ موسومہ بہ حیات پاک و اظہار حقیقت کے بعض مندرجات کے صاف و صریح غلط و بے بنیاد قرار دیئے جانے پر ہوا تھا جس کی روئداد بنام اعلاء حق ۱۵ ماہ شوال ۱۳۸۰ھ میں شائع ہوئی اور منصف مزاج مؤلف نے اپنے بعضے بیانات و اقوال غلط ہونے کا اعتراف کر کے اپنی حق پسندی کا ثبوت دیا۔ مثلاً فرائض ولایت و طریقت کو جو بالکلیہ فرائض شریعت کا درجہ پا کر داخل ایمانیات ہیں بجائے بحیثیت فرض لازم لکھنے کے مطلقاً لازم لکھ دیا تھا اور اس پر جن تحریرات کے حوالے دیئے تھے اُن سے ان کی تحریر مطابقت نہیں رکھتی تھی ایسا ہی حیاتِ پاک نامی کتاب میں دوگانۂ شبِ قدر کو جو مبنی بر اتباع حضرت رسول اللہؐ لکھا یہ بھی صاف و صریح غلطی ہے کیوں کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں تو شبِ قدر کا تعین ہی نہیں ہوا تھا۔ پس ماہ رمضان کی ستائیسویں شب میں جو نفل نماز حضرت رسول اللہؐ نے پڑھی اُسے نماز لیلۃ القدر کہنا ہی صحیح نہیں قرار پاتا۔ اس شب کے شبِ قدر ہونے کا تعین تو اس کے اظہار کے بعد سے ہوا ہے جو حضرت مہدی موعود خلیفۃ اللہؑ کے واسطہ سے ہوا اور اس کے ظاہر کئے جانے کے شکریہ میں دوگانہ

نماز حضرت مہدیؑ پر اصالتاً اور آپ کے پیروؤں پر آپ کی متابعت میں بحکم خدا فرض ہونے کا حضرت مہدیؑ نے اظہار فرمایا ہے۔ لہٰذا اس دوگانہ کی ادائی بہ نیت فَرَضَ اللّٰہُ تعالیٰ متابعۃ المھدی الموعودؑ بحیثیت فرض لازم ہوئی ہے۔

نیز ایک امر چند سال قبل بالاجماع یہ طے پایا تھا بلکہ ایک دستور قدیم کی تجدید کی گئی تھی کہ گروہ مہدویہ کے ارکان اہل ارشاد اور ان کے فقراء عصر و مغرب کے درمیان کا وقت جو سلطان اللیل ہے ذکر اللہ میں مشغولیت کے ساتھ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کریں اور اس وقت دعوت میں کہیں جانے سے جہاں تک ہوسکے احتراز لازم جانیں۔ چنانچہ اس باب میں فرمان رسول اللہ صلعم ہے حق تبارک تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو مجھے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت یاد کر لیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ترجمہ حدیث مسند امام احمدؒ) نیز فرمان حضرت مہدیؑ ہے، ایک وقت دن کا بادشاہ اور ایک وقت رات کا بادشاہ ہے جو کوئی ان دونوں وقتوں کو ضائع کرے وہ دین خدا کا فقیر نہیں۔ (ترجمۂ نقل حاشیہ شریف) پس اس وقت کی حفاظت کا بالاجماع جو قرارداد ہوا تھا اس کی پابندی بحیثیت واجب لازم ہے۔

نیز اب سے تین سال قبل یعنے ۱۳۸۵ھ میں ایک اجلاس اجماع مشائخین مہدویہ میں باقتضاء حالات حاضرۂ زمانۂ موجودہ وثیقۂ نکاح تحریری کا وجود ضروری ہونا بالاجماع طے پایا تھا ورنہ عقد نکاح کے موقع پر کسی اقرار نامۂ تحریری کا وجود کتاب و سنّت سے واجب نہیں ہے جیسا کہ قرض کے لین دین کے بارے میں بتاکید اقرار نامۂ تحریری کی تکمیل واجب ہوئی ہے۔ کیونکہ عقد نکاح دو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے اور نکاح کے ثبوت سے مہر کا ثبوت ہوجاتا ہے اگر نکاح کے وقت مہر کی مقدار کی صراحت نہ بھی ہو تو مہر مثل لازم ہوجاتی ہے اور مہر مثل سے زائد مقدار کا مطالبہ جو عاقد کی استطاعت سے باہر ہو کالعدم قرار پاتا ہے اس وجہ سے کہ استطاعت سے زیادہ مقدار مہر کا قرارداد شرعاً ناجائز ہے پس عقد نکاح کے گواہ بقید حیات ہوں یا نہ ہوں نہ عاقد اقرار عقد سے پھر سکتا نہ مہر کی ادائی سے انکار کر سکتا اور مہر میں اگر اوقیوں کا ذکر ہو تو بحساب فی اوقیہ چالیس درہم کے بوقت عقد مکہ میں زر سرخ کی قیمت کے لحاظ سے مقررہ اوقیوں کی قیمت کی ادائی لازم آتی ہے یا سکۂ رائج الوقت جہاں جس زمانے میں جو بھی باندھے گئے ہوں وہی واجب الادا ہوتے ہیں خواہ تحریری معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ برخلاف قرض کے کہ اگر قرضدار اس کا انکار کر بیٹھے اور تحریری معاہدہ نہ ہو اور گواہ موجود نہ ہو تو سوائے قسم کھلانے کے اور کوئی صورت نہیں رہتی اور بے ایمان آدمی جھوٹی قسم کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ پس تحریری معاہدہ عقد نکاح کے وقت شرعاً تو لازم نہیں ہے لیکن موجودہ حالات کے اعتبار سے نقل مقام وغیرہ کی سہولت کے لئے تحریری معاہدۂ عقد بنام وثیقۂ نکاح یا نکاح نامہ تکمیل پانے میں کوئی حرج نہیں

ہے چنانچہ یہ امر بالاجماع طے پاکر وثیقۂ نکاح کا ایک نمونہ بھی ارکانِ اجماع کو دکھلایا گیا تھا لیکن حال میں اس سے کچھ مختلف صورت میں نکاح نامہ مہدویہ کے نام سے پرچاجات ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۰ھ میں انجمن مہدویہ چنچلگوڑہ کی جانب سے چھپوائے جاکر مرشدین گروہ مہدویہ کے پاس چند پرچے بھیجے گئے ہیں تاکہ قبل یا بعد عقد خوانی ان کی خانہ پری کی جائے اور اس پرچہ کو بجائے منظورہ مشائخین وعلماء مہدویہ لکھنے کے منظورۂ مجلس انتظامی مرکزی انجمن مہدویہ چنچل گوڑہ جو لکھا گیا ہے اس غلطی کی اصلاح ضروری ہے نیز اس پرچہ کے دوسرے صفحہ پر تنقیحاتِ نکاح کے عنوان کے تحت آٹھ دریافت طلب امور کے ذکر کے بعد جن کی دریافت کا ذمہ دار ولی یا وکیل یا خود عاقد ہی ہوتا ہے ایک عنوان "شرائط نکاح اگر کوئی ہوں" لکھ کر اس کے تحت خالی جگہ شرائط کے اندراج کے لئے چھوڑ دی گئی ہے حالانکہ شرائطِ شرعی نکاح مشہور ومعروف ہیں جن میں سے ایک شرط حسب مقدور نفقۂ ضروری اور سکنیٰ شرعی کی، دوسری شرط مہر کی ادائی کی، تیسری شرط حالتِ قیام میں چھ مہینے یا حالتِ سفر میں ایک سال سے زیادہ زوجہ سے بے تعلق نہ رکھنے کی اور چوتھی شرط ماں باپ کے گھر جانے سے منع نہ کرنے کی، اور ایک شرط اسی کے ساتھ دونوں کے لئے دینِ اسلام پر قائم رہنے کی ہے یہ سب شرائط نکاح کتاب وسنت سے ثابت ہیں خواہ قاری خطبۂ نکاح بوقتِ عقد سنائے یا نہ سنائے۔ ایسی صورت میں شرائطِ نکاح اگر کوئی ہوں کہنا یا لکھنا سراسر بے معنی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ "شرائطِ شرعیۂ نکاح" کے عنوان کے تحت ان شرائط کو اس طرح لکھ دیا جائے۔ پہلی شرط یہ کہ زوجہ کو نفقۂ ضروری حسب مقدور برابر ادا کرتا رہے اور پردہ شرعی میں رکھے اور اپنی جانب سے کوئی ایذاء وآزار نہ پہنچائے۔ دوسری شرط یہ کہ زوجہ جس وقت مہر طلب کرے ادا کردے اگر موجود نہ ہو تو وعدہ کرکے ادا کرے یا معاف کروائے۔ بہر حال اس کو رضامند کرے۔ تیسری شرط یہ کہ حالتِ اقامت میں چھ مہینے یا حالتِ سفر میں ایک سال سے زیادہ زوجہ سے بے تعلق نہ رہے۔ چوتھی شرط یہ کہ زوجہ کو اس کے ماں باپ کے گھر جانے سے منع نہ کرے اور دائرہ دین میں رہے، دینِ اسلام سے پھر نہ جائے۔ ان شرائط کی اہمیت بخوبی ظاہر ہے مثلاً بعد نکاح اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح فوراً فسخ ہو جاتا ہے یا کلمۂ ارتداد زبان پر لائے پھر اس سے تائب ہو تو تجدید نکاح لازم آتی ہے اور ما بقی شرائط میں سے پہلی دوسری شرط اور چوتھی شرط کے جزء اول کے فقدان کو عورت بعض صورتوں میں نظر انداز بھی کر سکتی ہے اور با ختیار خود خود کو مطلقہ قرار دینے کی مجاز نہیں رہتی تا وقتیکہ شوہر کی جانب سے طلاق یا خلع ثابت نہ ہو دوسرے کے نکاح میں نہیں جا سکتی، لیکن تیسری شرط کے فقدان کی صورت میں عورت کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو وہ نکاح کی قید میں رہے یا خود کو مطلقہ قرار دے کر دو طلاقوں کی مدت عدت پوری کرکے دوسرے سے نکاح کرنے کی مجاز ہو جائے، اور اگر کوئی شخص اپنی جانب سے پہلی ہی طلاق کو بلا رضامندی زوجہ طلاق مغلظہ قرار دے تو یہ صورت طلاق بدعی کی ہے جو مکروہ ہے اور

طلاق حسن وہ ہے جو بعد وقوعِ رجعی اور بائن کی مدتِ عدت گزرنے پر ثابت ہو، اور جو عورت اپنے شوہر کی طرف سے کوئی ظلم و زیادتی نہ ہونے کے باوجود اُس کی ناخوشی میں رہے غرور و نافرمانی اور نفرت کو اپنا پیشہ بنائے مطلّقہ ہو یا نہ ہو اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت خراب کرتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے نبی صلعم نے فرمایا طوبیٰ لمن رضی عنہا زوجہا فان رضا الزوج من رضا اللہ تعالیٰ (ترجمہ) خوش خبری ہے اس عورت کے لئے جس کا شوہر اس سے راضی رہے اس لئے کہ شوہر کی خوشنودی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی صورتوں میں سے ہے انتہیٰ بس اس سے ظاہر ہے کہ شوہر جو اللہ کی ناخوشی میں نہ ہو اس کی زوجہ سے ناخوشی بھی اللہ کی ناخوشی کی صورتوں میں داخل ہوگی اور اس سے عاقبت کی خرابی بالضرور لازم آئے گی۔

نیز مخفی نہ رہے کہ بلحاظ حرمت کلمہ گوئی جو امور مہدویوں کے لئے دیگر فرقوں کے مسلمانوں کے ساتھ روا ہیں منجملہ اُن کے اُن کے ساتھ سلام علیک یہ کہنا ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا بصورتِ وجود شرائطِ جمعہ و عیدین ان کے ساتھ بصورت امام جماعت مہدوی ہونے کے بہ نیتِ فرض و واجب ادا کرنا، ورنہ بقصدِ تعظیم شعار اسلام ادا کرکے فریضۂ ظہر بھی ادا کرنا اور ضرورت درپیش ہو تو ان کے ساتھ بیٹا بیٹی کا لین دین کرنا بھی ہے (ملاحظہ ہو منہاج التقویم و حرز المومنین) پس اگر کوئی مہدوی ضرورتاً کسی اور مسلمان کی لڑکی سے نکاح کرے جو مہدوی نہ ہو تو لڑکی کی طرف سے ہی کسی قاضی یا مولوی سے یا لڑکی والوں کی رضامندی سے یہ خود اپنے مرشد یا کسی اور مشائخ و مولوی سے خطبۂ نکاح پڑھوا سکتا ہے اور اگر کوئی مہدوی ضرورتاً اپنی قوم و قبیلہ یا خاندان و برادری کا کوئی پیام نہ ہونے سے کسی اور فرقے کے مسلمان کو اپنی لڑکی دے تو اُس کو چاہیئے کہ اپنے ہی مرشد یا کسی اور مہدوی مشائخ یا مولوی سے خطبۂ نکاح پڑھوائے اور ان موقعوں پر علماء سلف صالحین جیسے حضرت عالم باللہؒ یا حضرت مجتہد گروہؒ کے خطبے ہی موزوں ہوتے ہیں نہ کہ زمانۂ حال کے نو ایجاد خطبے جن میں شرائطِ شرعیۂ نکاح کا ذکر نہ اجمالاً ہے نہ تفصیلاً اور بعد خطبۂ نکاح الف بے کی دُعا پڑھنا بزرگانِ سلفِ گروہ مہدویہ سے ثابت نہیں ہے بلکہ شرائطِ نکاح سنا کر خوشی کے اور موقعوں کی طرح اس موقع پر بھی اللہ مبارک کرے کہنا ہی بہترین دعا ہے جو بزرگانِ سلفؒ سے ثابت ہے۔

نیز اب چونکہ تارکانِ دنیا و طالبانِ خدا کے دائرے کہیں بھی باقی نہیں رہے۔ صاحبانِ دائرہ کے جانشینوں کی زندگی بجائے اجتماعی کے انفرادی ہو چکی ہے نہ اب راہِ خدا میں دنیاداری کی زندگی سے ہجرت کرکے خدا کی طلب میں آنے والے ہیں، نہ ان کو اپنے ساتھ رکھنے والے ہیں ورنہ دائرہ کی تنظیم کی یہ صورت تھی کہ مالدار لوگ بھی زیادہ تر اپنے آخر عمر میں اپنے سب دنیاداری کے کاروبار چھوڑ کر خدا کی راہ میں دنیاداری کے گھر سے ہجرت کرکے مرشد کی صحبت میں آتے اور خدا کی طلب میں ترکِ دنیا کا

اقرار کر کے یادِ خدا میں اپنی عمر کے دن گزارتے تھے اور مفلس بھی خدا کی طلب میں بے خود ہو کر فکر روزی سے
بے نیاز ہوتے اور ترک دنیا کا اقرار کر کے طلبِ خدا میں فقر و فاقہ میں جان دینے کے ارادے سے شمع پر
پروانوں کی طرح دائرے کی رہائش اور مرشد کی صحبت اختیار کرتے تھے اور راہِ خدا کی ہر ایک فتوح جو
مرشد کو ہوتی تھی علی السویہ سب میں تقسیم ہوتی تھی اور مالدار مہاجر اگر کوئی ایک لاکھ کا مالک ہوتا تو نود
ہزار اپنی اولاد کے لئے چھوڑ کر اپنے مال کا عشر راہِ خدا میں دس ہزار لے کر دائرے میں آتا تھا اور اس
دس ہزار میں سے ایک ہزار راہِ خدا میں مرشد دائرہ کو دے کر نو ہزار اپنے پاس رکھ کر زندگی گزارتا تھا اور
وقتاً فوقتاً اس رقم سے اپنی ذات پر اور اپنے ساتھ کے جو مہاجر ہوتے تھے ان پر اور دیگر مساکین پر حسب ضرورت
خرچ کرتا تھا پھر یا تو وہ رقم اس کی زندگی ہی میں ختم ہو جاتی تھی اور اس کو اس کی کوئی پروا نہ ہوتی تھی،
یا اس کے بعد جو اس کا متروکہ ہوتا تھا دائرے میں رہنے والے اس کے مہاجر ورثاء میں بقدر ان کے حصوں
کے دیا جاتا تھا اور اگر اس کے ورثاء مہاجرین میں نہ ہوتے تھے تو مرشد دائرہ کے حکم سے اہل دائرہ ہی میں
علی السویہ اس کا متروکہ تقسیم ہوتا تھا اور دائرہ کے باہر جو اس کے پسماندے ہوتے تھے بحکم آیت کریمہ
(ترجمہ آیت) جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑے اور لڑے اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں اور
جنھوں نے جگہ دی (ایک دوسرے کو) اور مدد کی (ایک دوسرے کی) وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں اور جو ایمان
لائے اور ہجرت نہیں کی تم کو ان کی ولایت سے کچھ نہیں جب تک ہجرت نہ کریں (جزء ۱۵ رکوع ۶) اس کے
ولی نہ قرار پاکر اس متروکہ کے مستحق نہیں سمجھے جاتے تھے، اب زیادہ سے زیادہ کچھ سن رسیدہ لوگ کہیں کہیں
ترک دنیا کر کے اپنے اپنے مرشدوں کے پاس مسجد کے حدود میں ساکن نظر آتے ہیں اور بعضے جو ترک دنیا
کرتے ہیں اپنے اپنے مرشد کی رضا سے اپنے اپنے اہل و عیال یا عزیز و اقارب ہی کے پاس رہ کر نماز و ذکر
کی حفاظت کے ساتھ اپنی عمریں بسر کرتے ہیں اور بہت سارے اشخاص تو آخر وقت پر ترک دنیا کرتے یا
ترک دنیا کے ارادہ کے ساتھ وفات پاتے ہیں، ایسے لوگوں کے ہجرت کے وقت کے توشے ان کے چہلم کے موقع
پر راہِ خدا میں ہجرت کی یادگار میں ان کے مرشدوں کو دیئے جاتے ہیں اور ہجرت کے وقت کے توشہ کے
ساز و سامان کو جو متوفی کے چہلم کے موقع پر مرشد کو دیا جاتا ہے چہلم کی گھڑی کہنے لگے ہیں۔

الغرض اس صورت حال کے اعتبار سے اب ایک امر بالاجماع طے ہوتے کا یہ بھی ہے کہ ہر مہدوی
جو ترک دنیا کا اقرار کر کے یا ترکِ دنیا کے ارادے کے ساتھ وفات پاتا ہے اس کا سدھارنا اس کے دنیاداری
کے گھر یا ڈیوڑھی کے احاطہ میں نہیں بلکہ اپنے علاقہ کی کسی نہ کسی مسجد کے احاطہ میں اس کی میت لائی جاکر ہونا
چاہئے اور اس طرح راہِ خدا میں ہجرت کے فرض کی ادائی اس کی جانب سے ہونی چاہئے، اسی جہت سے
میت کا پلنگ جو مستعار نہ ہو اور اس کے ساتھ کے کپڑے اور کفن وغیرہ تجہیز و تکفین کی ضروری چیزیں
راہِ خدا میں میت کے مرشد کو دی جاتی ہیں اور ان میں سے کوئی چیز جو کسی سے مستعار لی گئی ہو واپس

نہیں لی جاتی اور اسی موقع پر متوفی کے ورثاء متوفی کی وصیت کی بناء پر یا خود صاحبِ استطاعت ہوں تو از خود اس کے قضا شدہ نمازوں، روزوں کی نیت سے ہدیہ اور ساٹھی یعنے تیس مسکینوں کے دو وقت کے خوراک کی مقدار اندازاً ساڑھے روپئے اور ایک قرآن مجید کا نسخہ یا اس کا ہدیہ حسب مقدور اور ایک صدقۂ فطر کی مقدار میں گیہوں، حج کے ارادے سے اثبات میں ایک کپڑا بقدر احرام لے کر اس کپڑے میں گیہوں مذکورہ اور آخر آدنی عشر یا اُس کی نیت سے کچھ روپیے یا پیسے اسی کپڑے کے پلو میں باندھ کر راہِ خدا میں مرشد کو دیتے ہیں، ساٹھی مذکور کے بارے میں یہ حدیث شریف ترمذی وغیرہ کتب صحاح میں مذکور ہے حضرت نافعؓ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے (مشکوٰۃ مترجم)

اور یہ امر بخوبی سمجھ رہنے کا ہے کہ جسم کی موت سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایک اور دیرپا زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور اس زندگی کا آغاز خدا کے گھر کی طرف رجوع ہی سے ہونا شانِ ایمان ہے اور میّت کے مرشد وغیرہ بندگانِ خدا کو لازم ہے کہ اپنے دینی برادر کو خواہ وہ مالدار طبقہ کا ہو یا مفلس اللہ کے واسطے اپنے ہاتھوں سے غسل دیں اور تجہیز و تکفین سے لے کر اسکے دفن تک اسکے سدھارے میں شریک ہوں، ایسا ہی زنانی میّتوں کا سدھار ابھی جہاں تک ہو سکے مسجدوں کے علاقہ کے گھروں میں یا بصورتِ مجبوری اپنے ہی گھروں میں باحتیاط واقف کار عورتوں سے کرائیں۔

اور کسی کے انتقال پر نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے جو بزرگانِ قوم اور اُنکے فقراء کو اطلاع دی جاتی ہے۔ یہ فعل خالص بہ نیت ثواب بہ روح میّت بلاشک و شبہ مستحسنات و مستحبات سے ہے اور اس اطلاع پر یا میت کے ورثاء کی جانب سے اطلاع کے بغیر بھی محض اللہ کے واسطے موقع ہو تو نمازِ جنازہ میں شرکت فرض کفایہ کی ادائی میں شرکت کی جہت سے باعث اجر و ثواب ہے، اور اس موقع پر راہِ خدا میں تقسیم زر سے میّت کے ورثاء کی جانب سے جو متوکلین و مساکین کی خدمت ہوتی ہے میّت اور اسکے ورثاء دونوں کیلئے باعث اجر و ثواب ہے اور اس تقسیم میں کمی و بیشی حسب موقع و محل ضروری ہوتی ہے اور بے علم لوگ جو اس تقسیم کو سویّت کہتے ہیں یہ اُنکی غلطی ہے پس یہ جو تقسیم زر فی سبیل اللہ ہے اس میں نہ تقسیم کرنے والے کو یہ لازم ہے کہ جنکو کچھ راہِ خدا میں دینا ہے اُنکو کسی جگہ جمع ہونے یا آنے کی فرمائش کرے اور نہ مساکین حاضرین میں سے کسی کو یہ روا ہے کہ خدا کی راہ میں کوئی کچھ دے تو اسکے بارے میں چنیں و چناں کرے یا بھول جائے تو خود ہو کر اُسکو یاد دلائے اور یہ بھی معلوم رہے کہ اصطلاح مہدویہ میں سویّت بالکلیہ بایکدیگر مساوی مقدار میں اُس تقسیم زر یا رزق دیگر کو کہتے ہیں جو کسی دائرہ مہدویہ میں طالبانِ خدا کے درمیان مرشدِ دائرہ کے حکم سے عمل میں آئے۔ اس میں بلا کسی حکم مرشد کوئی کمی و بیشی نہیں ہو سکتی، لیکن راہِ خدا میں کسی میّت کے ایصال ثواب کے لئے یا اطعام طعام نذر اللہ و نیاز و ایصال ثواب بارواح کے موقعوں پر متوکلین و مساکین کے درمیان جو تقسیم عمل میں آئے اُس کا مبنی بر سویّت ہونا ضروری نہیں ہے، نیز یہ امر بھی

قابل ذکر ہے کہ شب قدر کے دوگانہ کے بعد سحری کے کھانے کا انتظام دور سے آنے والوں کیلئے کرنا یا اپنے مریدوں میں سے کوئی وفات پائے تو پہلے دن اس کے متعلقین کو کھانا بھیجنا ہر اہل ارشاد کے لئے مستحب ہے بشرطیکہ بلا کسی سعی و تردد کے اسکی فراہمی کی سبیل ہو۔ بہر حال اس نوعیت کا جو بھی کام ہو اس میں طرفین کی نظر للہیت پر ہونا لازمی ہے۔ اور کسی مسجد یا جماعت خانہ میں کسی اہل ارشاد صاحب دائرہ کی جانب سے روز کی سوتبنا یا نان ریزہ یا افطاری کی قسم سے جو ما حضر حاضرین میں تقسیم ہو اس کا للہ اور من عند اللہ ہونا خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔ دینے والے کو یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر ایک کو اللہ دیا ہے کہکر دے سوائے اسکے راہ خدا میں ثواب پانے کی نیت سے جو کچھ کسی متوکل یا مسکین کو دیا جائے اس کا للہ اور من عند اللہ ہونا ظاہر کرنا اور ہذا للہ یا خدا رسانیدہ است یا اللہ دیا ہے کہہ کر دینا عہد اظہار ولایت کے خصوصیات اور واجبات سے ہے اور آپس میں بڑوں کو ہدیۃً یا برابری والوں یا چھوٹوں کو تحفۃً یا عطیۃً کوئی کچھ دے تو اس کے لئے کلمۂ مذکور کا اظہار شرط نہیں ہے۔

نیز واضح ہو کہ ایک امر بالاجماع طے شدہ یہ بھی ہے کہ عورتیں حظیروں یعنے قبرستانوں میں نہ جائیں اس امر کا بیّن ثبوت یہی ہے کہ عورتوں کو مُردوں کے چہرے قبروں میں دیکھنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ کیسا ہی عزیز سے عزیز فوت ہو عورتیں اسکا چہرہ سوائے گھر پر دیکھنے کے قبر میں آنا نیکے بعد نہیں دیکھ سکتیں، خواہ بوڑھی ہوں یا جوان، انکے لئے حظیروں میں جانا قطعاً منع ہے اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والیوں کا لعنتی ہونا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور میت، عورت ہو تو قبر میں اسکا چہرہ وہی مرد دیکھ سکتے ہیں جو محرم ہوں اور کسی مرد کے حق میں محرم عورتیں حسب ذیل ہیں:۔ ماں نانی پرنانی، دادی پردادی، بیٹی۔ پوتری، نواسی، بہن بھانجی، بھتیجی، پھوپھی، خالہ خواہ نسبی ہوں یا رضاعی اور اہی میں ساس اور بیوی کی موجودگی میں سالی اور بہو یعنے فرزند صلبی کی زوجہ بھی داخل ہیں۔

نیز یہ امر بھی بالاجماع طے پانا نہایت ضروری ہے کہ ہر مہدوی جہاں کہیں جس کسی حظیرے میں اسکا بڑواڑہ ہے اپنے بڑواڑے میں اپنے علاقہ کی قبروں سے متصل یا دوسروں کے علاقہ کی قبروں سے الگ خالی جگہ کا مستحق قرار پاتا ہے اور جو کوئی نووارد یا لاوارث مہدوی وفات پائے کسی بھی حظیرے میں سب بڑواڑوں سے الگ کسی جگہ پر اس کی قبر کھدوانے کا متولی حظیرہ اور نگرانکار کو اختیار حاصل ہے اور رہے گا۔ اس احتیاط کے ساتھ کہ جہاں کسی کی قبر ہونا قطعی طور پر ثابت ہو، وہاں کوئی قبر نہ کھدوائی جائے اور جہاں سال ہا سال سے نہ کوئی قبر کا نشان ہو نہ وہاں کسی کی قبر ہونے کا کسی معتبر اور معمر شخص کو اقرار ہو، اور وہ جگہ کسی کے علاقہ کی کسی قبر سے بالکل متصل بھی نہ ہو تو وہاں کسی نووارد یا لاوارث مہدوی کی قبر کھدوانے میں کوئی امر مانع نہیں ہوتا بلکہ اسی صورت سے سب نووارد یا لاوارث مہدوی حظیروں میں جگہ پاتے آرہے ہیں اور حظیرے کی کسی جگہ پر بھی کسی نے آج تک اپنی ملکیت نہیں جتائی ہے،

نہ آئندہ بھی ایسا کوئی تصور کوئی شخص اپنے ذہن میں لا سکتا ہے بلکہ یہ امر مسلّم ہے کہ خطیرے جہاں کہیں ہیں انکی زمین سب مہدویوں کے حق میں وقف ہے۔ نیز یہ امر بھی مسلّم ہے کہ ہر خطیرہ کی تولیت کا حق صاحبِ خطیرہ کی جانشینی یا صاحبِ خطیرہ سے نسبی تعلق یا قربِ مکانی بہ نسبت دوسروں کے زیادہ رکھنے والے اہل ارشاد کو حاصل رہا ہے خواہ وہ خود خطیرے کا نگرانکار رہے یا کسی کو نگرانکار مقرر کرے۔ پس جو کچھ آمدنی خطیرے کے گھاس یا دیگر اشجار وغیرہ سے ہو اُس کو وقتاً فوقتاً خطیرے کی صفائی اور اُس کے حدود کی تعمیر و مرمت اور دیگر اللہ واسطے کے کاموں میں صرف کرنا متولی پر واجب ہے اور جہاں کہیں کسی صاحبِ ارشاد بزرگ کا دائرہ یا خطیرہ وجود میں آیا ہے اُسکا وجود میں آنا تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے ہوا ہے یا تو وہ ایسی جگہ تھی جس کی ملکیت کا کوئی مدّعی نہ تھا۔ ویران اور بستیوں سے دُور تھی وہاں کسی مہدوی بزرگ نے اپنے متعلقین کے ساتھ سکونت اختیار کی تو کوئی مانع و مزاحم نہ ہوا یا کسی علاقہ کے حاکم نے ازراہ عقیدت اس بزرگ کو دائرے اور خطیرے کیلئے زمین از خود دلا دی یا اس بزرگ کے ذی اثر مُریدوں نے دائرہ یا خطیرہ کیلئے زمین خرید کر یا حکومتِ وقت سے درخواست کر کے دلوائی۔ بہرحال یہ تینوں صورتیں دائروں اور خطیروں کی زمینیں راہ خدا میں وقف قرار پانے ہی کی ہیں، اسی لئے کہیں بھی کسی اہل دائرہ کی جانب سے راہ خدا کے کسی مہاجر یا مسافر سے حدود دائرہ میں رہنے کے لئے کسی مکان یا حجرے کا کرایہ طلب نہیں کیا گیا اور کہیں بھی قبر کی جگہ کی قیمت کسی متولیِ خطیرہ یا نگران کار نے کسی سے آج تک نہیں لی ہے، سوائے قبر کھدوائی کی اُجرت کے جو زمانۂ حال میں حد سے تجاوز کر گئی ہے اور باڑوں کی حدبندی شروع ہو کر ہر خطیرہ چند چند اشخاص کی ملکیت بن جانے کی نوبت آ رہی ہے اس خرابی کے ازالہ کی طرف متوجہ ہونا ہر ذی اثر مہدوی کو لازم ہے تاکہ خطیروں میں جگہ پانے کی صورت سب مہدویوں کو حسبِ سابق باقی رہے۔ بجائے مذکور یا لاحدبندی کے ہر صاحبِ باڑواڑ کو لازم یہ ہے کہ اپنے اپنے علاقہ کی قبروں کو پختہ یا خام نشان سے محفوظ کرے، اس کے سوائے کسی خالی جگہ کو محصور و محدود کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔

نیز منجملہ اُن امور کے جو بالاجماع طے شدہ ہیں اور ان پر قایم رہنے ہی میں سلامتی اور ان سے غفلت مستقبل میں قوم کی سراسیمگی کا باعث ہونا قطعی و یقینی ہے۔ ایک امر یہ بھی ہے کہ قوم میں جو کوئی خانوادہ اہلِ ارشاد ہے اس کے تھوڑے بہت مریدین بھی ہیں اور اس خانوادے میں دائرے کے آثار کہیں کچھ باقی ہیں۔ یعنے ایک مسجد اور مسجد کے تحت ایک یا دو یا دو سے زیادہ مکانات یا کچھ خالی جگہ یا تحتِ مسجد باجماعت خانہ صرف ایک ہی گھر ایک شخص کے مع اہل و عیال سکونت کے لایق رہ گیا ہے اور وہ اب محلِ تزع بنا ہوا ہے اس طرح سے کہ مرشد دائرہ یا متولیِ مسجد کی اولاد مسجد کے تحت کی جائداد کو اپنے باپ کی ملک ٹھیرا کر اُن میں سے ہر ایک فرد اس میں سے اپنے حصہ کا مدعی ہو رہا ہے۔ لہٰذا جس کسی مرشد دائرہ

یا متولی مسجد کا جو جانشیں ہوتا ہے اُس کو بلا شرکتِ دیگرے مسجد کے تحت کے مکان میں رہنا دشوار ہو گیا ہے اس امر کا تصفیہ بالاجماع اس دور میں بھی ہونا چاہیئے بلکہ ایک امر مسلّم اور قرار داد از منہ سابقہ کی بالاجماع تجدید ہونی چاہیئے کہ جو کوئی اپنے باپ دادا کا جانشین مرشدی کیلئے اور مسجد کی خدمت کیلئے ہو وہی مسجد کے تحت کی جائداد پر جو متروکہ موقوفہ کی تشکل رکھتی ہے نہ کہ متروکہ مملوکہ کی بلا شرکتِ دیگرے قابض بحیثیتِ محافظ و مختار ہو سکتا ہے اگر ایسا کوئی تصفیہ نہ ہو تو آگے چل کر اپنی مساجد کے تحت کے مکانات میں رہنے والوں کیلئے نقضِ امن کی بدتر سے بدتر صورت رو نما ہونے کا قوی امکان ہے اور تصفیہ کی صورت جو اوپر سے ہوتی آئی ہے اور حال اور مستقبل میں بھی جس کا قایم رہنا لازم ہے یہی ہے کہ جو کوئی کسی مرشد دائرہ یا متولی مسجد کی اولاد یا اُسکے خاندان سے اُسکا جانشیں قرار پائے اُسکے دوسرے بھائی بہن یا دیگر اقرباء مسجد کے تحت کی جائداد میں خود کو اُسکے حصّہ دار نہ قرار دیں اور دائرے کے اسباب و اثاثہ سے بغیر اُسکی اجازت کے ایک کاڑی کے روادار نہ ہوں اور اُسکی اجازت کے بغیر اُسکے حدود میں نہ رہیں، ورنہ دیگر اہل تعلق دینی بھائیوں پر بحکم آیت کریمہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى الخ (ترجمہ) اور مدد کرو تم آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی اور پرہیزگاری کے کاموں میں۔ فرض ہوتا ہے کہ تارکانِ دنیا و طالبانِ خدا کے جانشین محافظ و متولی مسجد کی مدد کریں اور اس کو اُسکے دنیا دار اقرباء کے ظلم و زیادتی سے نجات دلاکر مَنْ يَّنْصُرُ اللّٰهَ يَنْصُرْهُ جو اللہ کی مدد یعنے اللہ کے دین کی یا اللہ کے کسی مظلوم بندے کی مدد کرے اللہ اُسکی مدد فرمائے گا کی بشارت سے بہرہ مند ہوں ورنہ باوجود قوت کے جو کوئی کسی ظالم کے مقابلہ میں کسی مظلوم کی مدد نہ کرے حشر کے روز حضرت امام حسینؓ کے ساتھ بے وفائی کرنے والے کوفیوں اور یزیدیوں میں اسکا شمار ہوگا۔ پس اگر دائرے کی صورت ہو اور مسجد کے تحت کئی گھر ہوں یا کئی گھروں کی جگہ متولی مسجد کے اختیار میں ہو تو اپنے نادار بھائی بہنوں، بیٹا بیٹی اور دیگر عزیز و اقارب اور راہِ خدا کے مہاجروں کو اپنے علاقہ کی جگہ پر محض للہ بغیر کسی کرایہ وغیرہ کی شرط کے رہنے دے اور اس طرح سے رہنے والے بھی اس جگہ پر قابض ہو کر اُسکو اپنی ملک نہ سمجھ لیں بلکہ دائرہ کی جگہ راہِ خدا کے مہاجروں کے حق میں وقف ہونے پر ایمان رکھیں اور ان میں جو بھی دنیا دار ہوں اپنے ٹھکانے الگ کرنے کی فکر میں رہیں اور الگ کر لیں اور اپنی ہر نئی آمدنی کا عشر صاحب دائرہ کو دیتے رہیں۔ چنانچہ یہی صورت دائرہ کے علیٰ حالہ قایم رہنے کی رہی اور آئندہ بھی جہاں کہیں خدا رکھے رہ سکتی ہے، بجائے اسکے خواہ کوئی مسجد ہو یا کوئی جماعت خانہ مسجد قرار دیا گیا اور درج اوقاف کیا گیا ہو اُسکا متولّی اُسکو اور اُسکے تحت کی جائداد کو اپنی ملک قرار دے یا متولی کے پسماندگان اپنی ملک قرار دیکر آپس میں بانٹ لیں یا بیچ دیں اور اس طرح مسجد کی ویرانی کا باعث بنیں تو وہ دونوں جہاں کی روسیاہی مول لیتے ہیں جن کے دلوں میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہے اُنکو لازم ہے کہ اس بلا سے بچنے کی سبیل کرلیں ورنہ آیت کریمہ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

وَسَعیٰ فِیْ خَرَابِھَا الخ (ترجمہ) پس کون ہے اس سے بڑھ کر ظالم جو روک دے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جانے سے اور کوشاں ہو اُن کو ویران کرنے میں الخ کا مصداق ہونگے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

تولیتِ مسجد و دائرہ کے بارے میں اس فقیر کے بیان مندرج بالا کی تائید و تصدیق مندرجہ ذیل محضرِ اجماعی کے بیان سے ہوتی ہے جو ۱۲۷۵ھ میں کسی مقدمہ تولیت مسجد و دائرہ کے فیصلہ کے موقع پر منجانب حکومتِ آصفیہ حیدرآباد دکن مشائخین گروہ مہدویہ سے ایک استفسار کے جواب میں مرتب ہوا تھا وَھُوَ ھٰذَا :-

وزیر اعظم معدلت آثار محبِ اہلِ بیت اطہار نواب مختار الملک بہادر دام اقبالہٗ

بعد از تقدیم تحائف ادعیۂ ترقیِ عمر و اقبال واضح باد از قدیم دستور از طرفِ فقراء گروہ مہدی علیہ السلام سجادگانِ متوکل گروہ پر شکوہ چناں مقرر است کہ از اولاد کسے کہ عاقل و بالغ و فقیر وارشد و لایق باشد او را قایم مقام خود میگردانند بر اکبر اولاد موقوف و منحصر نیست و اگر بحسب اتفاق کسے مرشد قائم مقام خود کردن نتواند دیگر سجادگانِ برادری نظر بر اہلیت ارشاد و لیاقت و توکل ورشد یکے را از اولاد بجائے آں مرشد قایم می کنند و مابقی اولاد اگر تارک دنیا است متوکل علی اللہ می باشد و گرنہ بہر صورت کہ دست دہد کسب معیشت حلال می سازد چونکہ ہمہ فقراء گروہ متوکل اند اسباب دنیوی ملک و املاک نمی دارند اگر بطریق شاذ و نادر از نزد کسے چیزے بر آید موافق کتاب و سنت تقسیم می یابد فقط اگر بر خلاف ایں دستور و معمول مستمرہ نوع دیگر از کسے بہ کسے وقت وقوع یافتہ باشد قابل اعتبار نہ، مسجد و دائرہ وقف است تقسیم پذیر نیست زیرا کہ از پیشگاہ حضرت مہدی علیہ السلام تا الآن تولیت آں بے مشارکتِ دیگر یک کس را رسیدہ است و اجرائے احکامِ دینی متعلق بسجادگی است زیادہ والدّعا تحریر فی التاریخ چہارم شعبان المعظم ۱۲۷۵ھ

العبد فقیر سید قاسم عرف روشن میاں نبیرہ بندگی میاں سید یعقوب توکلی رحمۃ اللہ علیہ مسجد و دائرہ بجدو داں وقف لا یملک باشد

العبد فقیر حقیر سید شاہ محمد عرف روشن میاں معروف ساکن کرطپہ

العبد فقیر سید محمود عرف میراں صاحب میاں خلف سید ابراہیم عرف بڑے میاں صاحب رح کتب بما فیہ

العبد فقیر سید نجم الدین

العبد فقیر سید قادن عرف شاہ جی میاں

العبد فقیر سید سعد اللہ عرف سعد اللہ میاں

العبد فقیر سید احمد عرف سید و میاں فدوی بندگی میاں سید مصطفٰے عرف بڑے میاں صاحب رح

العبد فقیر سید خدا بخش عرف بین صاحب میاں ساکن کورہ۔

العبد فقیر سید قاسم بن سید شہاب الدین بن سید محمود بن سید قاسم ساکن دائرہ کلاں حسین ساگر عرف زمستان پور

العبد فقیر سید یعقوب

العبد فقیر سید حسین عرف مٹھے میاں خلف میراں صاحب میاں صاحب

العبد فقیر سید اسمٰعیل عرف موسیٰ میاں

العبد فقیر سید راجے محمد عرف حافظ میاں

العبد سید انور غلام نجم الدین

العبد فقیر سید منور عرف منور میاں

العبد | یعقوب ولد سید مبارک | عرف مین صاحب میاں

العبد فقیر سید کبیر عرف امیر میاں

العبد فقیر سید میرانجی عرف میراں صاحب میاں

العبد فقیر سید جی میاں

العبد فقیر سید عبد الوہاب

العبد فقیر سید یحییٰ عرف خواجہ زادے میاں

العبد فقیر حیدر میاں

العبد فقیر سید ایوب حاجی

العبد فقیر سید محمود عرف ننھے میاں

العبد فقیر سید مصطفیٰ عرف ننھے میراں صاحب

العبد | سید مبارک | فقیر سید مبارک عرف عیسیٰ میاں
کالا ڈیرہ

العبد فقیر سید مصطفیٰ عرف صاحب میاں

العبد فقیر سید منور عرف روشن میاں

العبد فقیر سید عبد الحی عرف شاہ صاحب میاں

العبد فقیر سید میراں عرف روشن میاں

العبد فقیر سید علی عرف علی میاں

العبد فقیر سید عالم عرف عالم صاحب میاں

العبد فقیر سید محمود عرف سید میراں جی میاں

العبد فقیر سید یحییٰ عرف صاحب میاں

العبد فقیر سید ولی عرف سیدن میاں

العبد فقیر آجا میاں

العبد فقیر سید منور عرف روشن میاں اکیلی والے

العبد فقیر سید یعقوب عرف روشن میاں

العبد فقیر سید منور

... از صدقہ خواہاں حضرت روشن منور رضہ

العبد فقیر سید نعمت اللہ عرف سید صاحب میاں

العبد فقیر سید عبد الوہاب عرف اسمعیل میاں

تمام شد نقل محضرہ کہ از میاں سید ابراہیم عرف باباصاحب میاں صاحب تحسین ید اللّٰہی بایں فقیر راقم الحروف ابورشید سید خدابخش رشدی دستیاب شد

(ترجمۂ عبارت محضرۂ مذکورۂ بالا)

وزیر اعظم معدلت آثار محبت اہل بیت اظہار نواب مختار الملک بہادر دام اقبالہٗ

فقراء گروہ مہدی علیہ السلام کی جانب سے ترقی عمر و اقبال کی دعاؤں کے پیش کش کے بعد واضح ہو کہ زمانۂ قدیم سے حضرت میراں علیہ السلام کے گروہ پرشکوہ کے متوکل سجادہ نشینوں کا دستور جانشینی یوں چلا آرہا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جو لڑکا عاقل و بالغ تارک دنیا راست باز اور لائق ثابت ہوا اُسی کو اپنا قایم مقام کرتے ہیں۔ بڑے لڑکے ہی پر اس منصب کا پانا موقوف و منحصر نہیں ہے اور اگر کوئی اہل ارشاد اپنے لڑکوں میں سے کسی کو اپنا قائم مقام نہ کرسکے تو برادری کے دوسرے سجادہ نشین اس مرشد کی اولاد میں سے کسی ایک کو جو ارشاد کے لئے اہل اور لائق متوکل اور راست باز نظر آئے اُس کا قائم مقام گردانتے ہیں

اور دوسرے لڑکے اگر تارک دنیا ہوں تو متوکل علی اللہ رہتے ہیں ورنہ جس صورت سے ممکن ہو کسب معاش بوجہ حلال کرتے ہوئے گزران کرتے ہیں اور چونکہ تمام فقراء گروہ متوکل ہیں اسباب دنیوی ملک و املاک نہیں رکھتے ہیں اگر شاذ و نادر ان میں سے کسی کے پاس سے کچھ مال برآمد ہو تو موافق حکم کتاب و سنت کے تقسیم پاتا ہے اگر برخلاف اس دستور و معمول جاری کے کسی کی جانب سے کسی وقت اور کوئی بات وقوع میں آئے تو وہ قابل اعتبار نہیں مسجد و دائرہ وقف ہیں تقسیم ہونے والے نہیں اس لئے کہ حضرت میراں علیہ السلام کے حضور سے اب تک مسجد اور دائرہ کی تولیت شخص واحد کو بغیر دوسرے کی شرکت کے پہنچتی آئی ہے اور احکام دینی کی اجرائی کا تعلق سجادہ نشینی سے ہے زیادہ دعا۔ المرقوم ۱۴ ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۲۷۵ھ

الحمد للہ علی اظہار نفذہ البینات الواضحات وبنعمتہ تتم الصلحٰت

المرقوم ۱۴ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۰ھ

اَلاِستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی محلہ میں صاحب ارشاد کی موجودگی میں غیر صاحب ارشاد یعنے کاسب نماز لیلۃ القدر کی امامت کرے اور صاحب ارشاد بھی اسی محلہ میں نماز فرض لیلۃ القدر کی امامت کر رہا ہو تو کس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیئے۔ اس مسئلہ میں سلف صالحین کا دستور کیا ہے؟ نیز ایک کاسب افعال ارشادی کر سکتا ہے کیا؟ مثلاً نان ریزہ تقسیم کرنا، دَرّے مارنا، مشت خاک دینا وغیرہ افعال ارشادی کا مجاز کون ہے، نہایت وضاحت سے بیان فرمائیں عند اللہ اجر پائیں۔ بینو او توجروا۔ ۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۰ھ

اَلمُستَفتِی

فقیر سید محمود اسحاقی عفی عنہٗ ابن حضرت تقدیرؒ از مقام بنور

اَلجَوَاب

افعالِ ارشاد وہی شخص بجا لا سکتا ہے جو مومن حقیقی یا مومنِ حکمی کا درجہ رکھتا ہو حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانِ مبارک سے مومن حقیقی وہ ہے جو صاحب دیدارِ خدا ہو بچشم سر یا بچشم دل یا بخواب اور مومن حکمی وہ ہے جو صاحب دیدار نہ ہو مگر طالب صادقِ دیدار کا ہو، اور طالب صادقِ دیدارِ خدا وہ ہے جو اپنے دل کا رخ غیر حق سے پھیرا ہوا ہے اور اپنے دل کا رخ حق کی طرف لایا ہوا ہے اور ہمیشہ مشغول بخدا ہے (یعنے یادِ خدا میں رہے اور جس کام میں خدا واسطہ نہ ہو اس کی طرف مائل ہی نہ ہو) اور دنیا و خلق سے عزلت یعنے علیحدگی اختیار کیا رہے (اس طرح کہ نہ کہیں کا ملازم ہو نہ وظیفہ خوار نہ جاگیردار ہو نہ منصبدار یا انعامدار) اور اپنے سے باہر آنے کی ہمت کرتا ہے (یعنے ذکر خفی میں پاس انفاس کے ساتھ کوشاں رہے لا الٰہ ہوں نہیں الا اللہ

توں ہے کے ور دیں بجیس دم یا بلا حیس دم لگا رہے) خلاصۂ فرمانِ عقیدۂ شریفہ۔ پس کوئی مہدوی جب تک کہ ترکِ دنیا نہ کرے طالبِ صادقِ دیدارِ خدا نہیں قرار پا سکتا۔ اور جو صاحبِ دیدار بھی نہ ہو اور طالبِ صادقِ دیدار بھی نہ قرار پائے وہ ہرگز افعالِ ارشاد بجالانے کا مجاز نہیں ہے ورنہ ایسے شخص کے حق میں حضرت مہدیؑ کا فرمان یہ ہے کہ وہ سر منافق یعنی پکا منافق ہے۔ خداوند تعالےٰ اس وعید سے ہر موافق مہدیؑ کو محفوظ رکھے۔ جو کوئی مہدوی طالبِ صادقِ دیدار کے درجہ میں نہیں آیا ہے ترکِ دنیا نہیں کیا ہے اُسکو تو یہی چاہیئے کہ وہ تارکِ دنیا اور طالبِ صادقِ دیدارِ خدا ہونے کا آرزومند رہے۔ بجائے اسکے افعالِ ارشاد بجالانے کی ہوس کرنا ہرگز کسی سچے مہدوی کے لئے سزاوار نہیں ہے اور افعالِ ارشاد چودہ ہیں اس پر سب صالحین سلف کا اجماع و اتفاق ہے انہی میں سے ایک فعل دوگانۂ شبِ قدر کی امامت کا ہے پس کوئی فعل ارشاد بھی کا سب کے لئے روا نہیں ہے۔ سوال میں اور پانچ افعالِ ارشاد جو مذکور ہیں (۱) کسی کا دین و دائرہ کیلئے اجماع کرنا (۲) بہرۂ عام کرنا (۳ و ۴) مشتِ خاک یا نمازِ جنازہ کی امامت کیلئے پیش قدمی کرنا (۵) طالبِ تعزیر یا مستوجبِ تعزیر کو تعزیر دینا یہ سب افعال تارکِ دنیا ہی کر سکتا ہے نہ کہ دنیا دار، ہاں اگر کوئی مرشد اپنے علاقہ والوں کو دوگانۂ شبِ قدر پڑھانے کی کسی کا سب کو اجازت دے یا وہ خود اپنے اہل و عیال کو دوگانۂ شبِ قدر پڑھانے کی اجازت لے کر کسی دور دراز مقام پر جانا ہو تو جائے تو وہ اجازت اُسی موقع کی حد تک ہوا کرتی ہے۔ اس سے ہمیشہ کیلئے اجازت اُسکے حق میں ثابت نہیں ہوتی۔ پس جہاں کوئی اہلِ ارشاد نہ ہو یا اسکا اجازت یافتہ کوئی شخص نہ ہو، یہی لازم ہوتا ہے کہ نمازِ فرضِ عشاء با جماعت ادا کرنے کے بعد چھوٹی سنّت جس طرح ہر فرد تنہا ادا کرتا ہے اسی طرح دوگانۂ شبِ قدر بھی (بہ نیّت فرض اللہ تعالیٰ متابعۃ المھدی الموعودؑ) تنہا ادا کرے۔ اگر کوئی کا سب بے اجازتِ اہلِ ارشاد اس دوگانہ کا امام ہو تو عنداللہ مواخذہ دار ہوگا۔ فرمانِ خدا و رسولِ خدا اور فرمانِ مہدی موعودؑ مراد اللہ سے مومن کہلانے کے تین درجے ہیں مومنِ حقیقی، مومنِ حکمی، مومنِ لسانی جتنے کا سب ہیں سب مومن لسانی ہیں جب تک مومن حکمی کے درجہ میں نہ آئیں افعالِ ارشاد بجالانے کا وہم و گمان بھی لانا ان کے لئے روا نہیں ہے۔

کتبہٗ الفقیر الی اللہ الغنی القوی السید خدا بخش

رشدی المہدوی

فی شہر رمضان المبارک

۱۳۹۰ھ

۳۱

مختصر فہرست مضامین رسالۂ آئینِ مہدویہ

نشان سلسلہ	مضامین	صفحات
۱	خطبہ مشتمل بر حمد و نعت۔	۲
۲	مرشدی و مریدی کا ثبوت قرآن سے۔	〃
۳	از روئے آیت قرآنی مومن کے وہ صفات جن سے اتصاف کے بغیر حکم ایمان ثابت نہیں ہوتا۔	〃
۴	بدعاتِ ضالین و مختارات صالحین کا فرق۔	۳و۴
۵	اعمال شریعت میں جو اختلافی صورتیں پیدا ہوئی تھیں حضرت مہدی موعودؑ کی پیروی کی بدولت سب	۵
	مٹ گئیں اور بعض سنتیں جو مٹ گئی تھیں تازہ ہوئیں۔	۶
۶	خوشبودار پھولوں کا استعمال مباح و مستحب ہونے کا بیان۔	۷
۷	عرس و میلاد کے جلسوں جشنوں دینی مشاعروں یا سماع کی محفلوں کے جواز کی نوعیت اور ان میں طبقۂ	۸
	اہل ارشاد کے افراد کی شرکت روا ہونے کی کیفیت۔	
۸	رسم و عادت و بدعت اختیار کرنے والے کا فیض مہدی موعودؑ سے بے بہرہ ہونا۔	〃
۹	مومنوں پر کافروں کی دوستی کی طرح طالبان خدا پر دنیاداروں کی دوستی بھی حرام ہے۔	〃
۱۰	کافروں سے دوستی کو ثابت کرنے والی نشانیاں جن سے پرہیز ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔	۹
۱۱	ہر مسلمان شریف عورت کا فرض اولیں یہ ہے کہ پردۂ شرعی کو قایم رکھے۔	〃
۱۲	سمندر پار کے ممالک میں اس ملک ہندوستان سے تحصیل علوم و فنون کیلئے جانیوالے لڑکے لڑکیوں کی متوقع حالت۔	〃
۱۳	اجماع گروہ مہدویہ کو اجماع مشائخین و مرشدین مہدویہ کہنا صحیح ہے نہ کہ اجماع فقراء مہدویہ۔	〃
۱۴	ہر تارکِ دنیا خود اپنے نام کے ساتھ فقیر لکھ سکتا ہے دوسرا کوئی کسی کے نام کے ساتھ فقیر لکھنے کا مجاز نہیں۔	〃
۱۵	اجماع مشائخین مہدویہ سے ہٹ کر جس میں علماء بھی ہوتے ہیں اور امتیین بھی کسی اور مجلس علماء مہدویہ	۱۰
	کا کوئی مقام نہیں ہے۔	
۱۶	علامۃ العصر سمجھا جانے اور کہلانے کا مستحق ہونے والے عالم کی تعریف۔	〃
۱۷	ہر زمانے میں اجماع امت جو حجت و سند ہے اس سے مراد صادقین کے مصداق افراد امت کا اجماع ہے	۱۱
	نہ کہ عوام کالانعام کا جنکی کثیر تعداد کسی زمانے میں بھی نہ سواد اعظم کی تعریف میں آئی ہے نہ آئے گی۔	
۱۸	ہر زمانے میں دائمی اجماع قرار پانا کسی شخص خاص کے لئے ضروری نہیں ہے۔	〃
۱۹	ہر زمانے میں کوئی صدر اجماع نہیں ہوتا کیونکہ صدر اجماع وہی ہوتا ہے جو سب میں اہل فضل مسلّم ہو	۱۲
	اور اہل فضل کا وجود کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مخفی۔	
۲۰	اہل فضل کا وجود ظاہر یا مخفی ہونے کے معنیٰ کا بیان۔	〃

	حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد سے اپنے اپنے زمانے میں اہلِ فضل مسلّم ہونیوالے بزرگوں کے اسماء کا ذکر	١٢ و ١٣
٢٢	اُن اعمال کا ذکر جن میں سے بعض شعائرِ عہدِ ولایت اور بعض شعائرِ عہدِ اظہار ولایت قرار پاکر بہ حیثیت واجبات یا استحبابِ طریقت لازم ہوئے ہیں اور ان کے ترک سے اہلِ فضل و فضیلت بزرگوں کے فضل و فضیلت کا انکار لازم آتا ہے جو اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں۔	١٤
٢٣	اندرون و بیرونِ مساجد امامِ جماعت کے صف پر قیام کی نوعیت کا فرق۔	〃
٢٤	صفِ نماز پر امام کے قیام کی نوعیت کا فرق جو متروک ہو رہا ہے اُسکے متروک ہونے کی مثال	١٥ تا ١٧
٢٥	زمانہ حال کے چند اجماعی فیصلوں اور قرار دادوں کا ذکر۔	١٨ تا ٢٠
٢٦	وثیقۂ نکاح بوقت عقد خوانی تحریر میں آئے تو اسکی نوعیت اور شرائط نکاح و مہر وغیرہ کے احکام۔	〃
٢٧	چند امور کا ذکر جو بلحاظ حرمت کلمہ گوئی دیگر فرقوں کے مسلمانوں کے ساتھ مہدویوں کیلئے روا ہیں۔	٢١
٢٨	زمانہ گزشتہ میں دائروں کی تنظیم کی جو صورت تھی اور حال اور مستقبل میں بھی جو صورتِ قیام دائرہ کی ہو سکتی ہے اُس کا مختصر ذکر۔	٢٢
٢٩	تارکانِ دنیا و طالبانِ خدا کا شدرحال بجائے گھروں اور دیوڑھیوں کے احاطوں کے مساجد کے احاطوں میں ہونے کی فضیلت اور اہمیت کا ذکر اور اس سے متعلقہ امور کا تفصیلی بیان۔	〃
٣٠	اصطلاح مہدویہ میں لفظ سویّت کے معنی کا بیان۔	٢٣
٣١	تقسیم زر جو متوکلین و مساکین کے درمیان بعد نماز جنازہ یا اور کسی نذر و نیاز و ایصال ثواب کے موقع پر ہو اُس کی نوعیت اور اُس سے متعلقہ احکام کا بیان۔	〃
٣٢	عورتوں کا حظیروں میں جانا قطعاً ناروا ہونے کا بیان۔	٢٤
٣٣	نوعیتِ تولیتِ حظیرہ اور اس سے متعلقہ دیگر احکام۔	〃
٣٤	نوعیتِ تولیتِ مسجد و دائرہ مہدویہ۔	٢٥ و ٢٦
٣٥	ذکر محضرۂ مرتبہ در سنہ ١٢٧٥ھ در بارۂ تولیت مسجد و دائرہ۔	٢٧ و ٢٨
٣٦	ترجمۂ محضرۂ مذکورۂ بالا و خاتمہ بر حمد الٰہی	٢٩
٣٧	استفتاء در باب بجائے آوری افعالِ ارشاد و جواب استفتاء مذکور	٣٠

تمام شد فہرست مضامین رسالۂ آئین مہدویہ

ناشر

سیّد عبدالقادر اسحاقی خلف حضرت مصنّف ساکن مکان نمبر ۴۰-٦-١٥
پٹھان واڑی بیگم بازار حیدرآباد اے-پی